

اسمبلی رپورٹ (مباحثات)

پندرہواں اجلاس

بلوچستان صوبائی اسمبلی

اجلاس منعقدہ مورخہ 05 اگست 2019ء بروز سوموار بمطابق 03 ذوالحجہ 1440 ہجری۔

صفحہ نمبر	مندرجات	نمبر شمار
03	تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ۔	1
04	وقفہ سوالات۔	2
07	رخصت کی درخواست۔	3
10	تحریک التوا نمبر 3 منجانب: میر جان محمد خان جمالی، رکن اسمبلی۔	4
13	سرکار روائی برائے قانون سازی۔	5
13	ایوان کی کارروائی۔ مجلس قائمہ کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا۔	6
17	قومی مالیاتی کمیشن کی رپورٹوں کا ایوان میں پیش کیا جانا۔	7

ایوان کے عہدیدار

اسپیکر----- میر عبدالقدوس بزنجو
ڈپٹی اسپیکر----- سردار بابر خان موسیٰ خیل

ایوان کے افسران

سیکرٹری اسمبلی----- جناب صفدر حسین
ایڈیشنل سیکرٹری (قانون سازی)۔۔ جناب عبدالرحمن
چیف رپورٹر----- جناب مقبول احمد شاہوانی



بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ 05 اگست 2019ء بروز سوموار بمطابق 03 ذوالحجہ 1440 ہجری، بوقت شام 04 بجکر 40 منٹ پریزیدنت سردار بارخان موسیٰ خیل، ڈپٹی اسپیکر، بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کویٹہ میں منعقد ہوا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: السلام علیکم! کارروائی کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔
تلاوت قرآن پاک وترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَانْتَضِرْ نَفْسٌ مَّا قَدَمَتْ لِغَدٍ ج وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا

تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوْا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسُهُمْ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۹﴾

لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ط اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفٰئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾

﴿پارہ نمبر ۲۸ سُورَةُ الْحَشْرِ آيَاتِ نَمْبَر ۱۸ تا ۲۰﴾

ترجمہ: اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور چاہیے کہ دیکھ لے ہر ایک جی کیا بھیجتا ہے کل کے واسطے اور ڈرتے رہو اللہ سے بیشک اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو۔ اور مت ہوان جیسے جنہوں نے بھلا دیا اللہ کو پھر اللہ نے بھلا دیئے ان کو ان کے جی وہ لوگ وہی ہیں نافرمان۔ برابر نہیں دوزخ والے اور بہشت والے بہشت والے جو ہیں وہی ہیں مراد پانے والے۔ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جزاک اللہ۔ وقفہ سوالات۔ جناب نصر اللہ خان زیرے صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 12 دریافت فرمائیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! سوال نمبر 12۔ اس کے منسٹر صاحب نہیں ہیں، defer کر دیں۔
جناب ڈپٹی اسپیکر: بس defer کر دیتے ہیں۔ جی ملک نصیر احمد شاہوانی صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 163 دریافت فرمائیں۔ چلیں یہ بھی defer کر دیتے ہیں۔ جناب نصر اللہ خان زیرے صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 15 دریافت فرمائیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: سوال نمبر 12۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: سوال نمبر 15۔ عبدالحق ہزارہ صاحب۔

جناب عبدالحق ہزارہ (وزیر کھیل و ثقافت): جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی کوئی ضمنی ہے؟

جناب نصر اللہ خان زیرے: ٹھیک ہے no supplementary

جناب ڈپٹی اسپیکر: جناب نصر اللہ خان زیرے صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 155 دریافت فرمائیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: منسٹر صاحب! سوال نمبر 155 کا جواب کہاں ہے؟

وزیر کھیل و ثقافت: تفصیل شاید دی ہوئی ہے آپ دیکھ لیں۔ اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: اچھا! میں نے سوال کیا ہوا تھا کہ کیا وزیر کھیل و ثقافت ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے

کہ مالی سال 2017-18 اور 2018-19ء کے دوران ایسوسی ایشن، تنظیموں، اور کلبوں کو کن کن مقاصد کے لیے

گل کس قدر فنڈز جاری کیے گئے؟ ان کے نام اور فراہم کردہ فنڈز رقم کی تفصیل دی جائے۔ منسٹر صاحب نے جو تفصیل

دی ہے اس میں athlete association A-category ایک لاکھ اسی ہزار روپے دیے ہیں،

باکسنگ، باقی چیزوں، چلتن فٹبال، اس میں منسٹر صاحب جو clubs کے نام ہیں، وہ درج نہیں ہیں۔ اگر آپ

department کو کہہ دیں کہ دوبارہ اس سوال کا جواب اگر آجائے۔ انہوں نے ایسا مبہم سا overall اس

کا جواب دیا ہے۔

وزیر کھیل و ثقافت: صحیح ہے درست ہے۔ یہ detail میں دیا جائے گا۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: بڑی مہربانی۔

میر اختر حسین لاگو: جن لوگوں کے نام وغیرہ دیے ہیں کہ جس sports کے ساتھ ان کا تعلق ہے۔ ان میں ان کے جو پیسے دیے گئے ہیں، ان کو ایک تو منسٹر صاحب وہ criteria ہمیں بتادیں کہ وہ کس طرح fix کریں گے کہ کس کو کتنی رقم ملنی چاہیے، اس کا کوئی mechanism ہوگا، جو department نے طے کرنا ہے۔ ایک وہ ہمیں بتادیں۔ اور دوسرا یہ جو رقم انہوں نے دی ہے اس کا کل total انہوں نے نہیں دیا ہے کہ کل کتنی رقم ہے۔ آخر میں اس سے پہلے والے اس کی تفصیل میں آپ چلے جائیں۔ آخر میں انہوں نے پوری detail دی ہے کہ total جو ہے اتنی رقم ہم نے ان sports کی مد میں دی ہے۔ اس میں انہوں نے total نہیں دیا ہے۔ یہ بھی بتادیں کہ کل کتنی رقم انہوں نے distribute کی؟

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی شکر یہ اختر حسین لاگو صاحب! یہ اگلے اجلاس کیلئے defer کیا جاتا ہے۔ اس کی detail منسٹر صاحب جمع کرادیں گے، اگلے سیشن کے لیے۔ جناب ثناء بلوچ صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 86 دریافت فرمائیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: شکر یہ جناب اسپیکر! میں نے محترم وزیر کھیل و ثقافت سے یہ دریافت کیا تھا اور یہ تقریباً دوسری دفعہ یہ سوال آیا ہے کہ گزشتہ 6 سالوں کے درمیان کل کس قدر کارریلیاں منعقد کی گئی ہیں اور ان کارریلیوں کے انعقاد پر کل کس قدر خرچہ آیا؟ نیز وفاقی حکومت اور دیگر اداروں کی جانب سے کارریلیوں کی مد میں فراہم کردہ رقم کی تفصیلات بھی دی جائیں۔ میں نے بڑا specifically میرا سوال شروع ہوتا ہی 6 سال سے ہے۔ مجھے 6 سال کی تفصیلات چاہیے تھیں کہ بلوچستان میں اگر کوئی sports تو اس میں یہ ہے کہ اگر سال وار اگر تفصیل آجاتی ایک تو یہ اچھی بات تھی۔ ابھی محترم وزیر صاحب اگر اس سلسلے میں مجھے کچھ بتائیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ تشریف رکھیں، آپ نے سوال کر دیا۔ جی وزیر صاحب۔

وزیر کھیل و ثقافت: دیکھیں جناب! اس کا جواب دیا ہوا ہے، آپ پڑھ لیں اس کو۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: محترم وزیر صاحب نے کہا ہے، میں جواب پڑھا ہوا تصور کرتا ہوں۔ بلوچستان نے کوئی 82 لاکھ ایک دیے ہیں، پھر 121 اکتوبر 2017ء میں کوئی 5 کروڑ 18 لاکھ روپے ریلی کی مد میں دیے گئے ہیں۔ اگر 6 سال کی تفصیلات دی جاتیں، یہ بہت بڑی رقم ہے، کچھ اور رقم بھی اس میں شامل ہے۔ میری صرف ایک تجویز ہے، چھوٹی سی، میں وزیر موصوف صاحب کو یا اس کارریلیوں کے انعقاد پر مجھے اعتراض نہیں۔ بلوچستان کو sports کی culture کی ضرورت ہے۔ فٹبال کے بڑے بڑے ٹورنامنٹس کی ضرورت ہے، کرکٹ کی ضرورت ہے، لیکن کیا کوئی اس طرح کا mechanism بنایا جاسکتا ہے جو sports department کو جو پیسے جاتے ہیں

sports کی مد میں، وہ بلوچستان کے اسپورٹس کی ترجیحات اور ضروریات کو مد نظر رکھ کر کیے جائیں۔ ہمارے ہاں سب سے زیادہ فٹبال کھیلا جاتا ہے۔ پھر اُس کے بعد کرکٹ کھیلا جاتا ہے۔ پھر اُس کے بعد اور ہمارے چھوٹے علاقائی کھیل ہیں۔ اور کارریلی وہ تقریباً آخر میں آتی ہے، اُن کے ساتھ جن کے پاس کاریں ہوں۔ تو بلوچستان میں سڑکیں ہی نہیں ہیں، روزریلیاں ہوتی ہیں ہماری، میں خاران میں جب ہفتے میں یا کبھی کسی کی فاتحہ خوانی کے لیے جاتا ہوں، ایسا سمجھوریلی پر ہی جا رہا ہوں کیونکہ بلوچستان میں آپ جس طرف جائیں، سڑکیں اتنی ٹوٹی پھوٹی ہیں کہ آپ کو کسی ریلی کی ضرورت ہی نہیں۔ آپ بس میں بھی بیٹھیں، آپ کی ریلی ہو رہی ہے۔ اصل میں میرا یہی ہے کہ آپ کوئی کمیٹی بنائیں یا کوئی اس طرح کی کوئی تجویز دیں کہ جو بلوچستان کے کھیل اور ثقافت کے پیسے ہیں یہ بلوچستان کے کھیل اور ثقافت کی جو بھی ضروریات ہیں، اُن کے لیے خرچ ہوں اور کوئی ترجیحات ان کی مقرر کی جائیں۔ ایسا نہ ہو کوئی آئے، کارریلی پر، کل کسی اور ریلی پر، بلوچستان کے یہ sports کے پیسے جو انوں کے خرچ ہوں۔ شکر یہ۔

میر ختر حسین لاگلو: جناب اسپیکر! اس اگر منسٹر صاحب کی جو department کی طرف سے جو جواب آیا ہے اُس جواب کو اگر ہم دیکھ لیں تو سوال میں 6 سالوں کی تفصیل مانگی گئی ہے۔ انہوں نے صرف ایک سال کی تفصیل دی ہے 2017ء کی۔ حالانکہ 2018ء میں انہی کی گورنمنٹ میں کوئی دوریلیاں ہوئی تھیں، ایک گوادروالی اور دوسری جھلمگسی والی۔ اُن کی بھی کوئی تفصیل نہیں ہے بولان والی کارریلی ہوئی تھی، اُن کی کوئی تفصیل نہیں ہے۔ ان سے چھ سال کی مانگی گئی تھی، انہوں نے صرف ایک سال میں اکتفا کیا ہے اور جان چھڑانے کی کوشش کی ہے۔ تو میری request ہے کہ اگر محرک agree کرتے ہیں اس سے تو اس سوال کو بھی defer کیا جائے اور اگلے سیشن میں اس کا مکمل جواب تفصیل کے ساتھ دی جائے۔

وزیر کھیل و ثقافت: اس کا جواب ملے گا جتنے بھی سوال ہیں جناب اسپیکر میرے حوالے سے میرے department کے حوالے سے kindly میری بد قسمتی ہے، پتہ نہیں ہے، معلوم نہیں ہے سیکرٹری صاحب بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں detail brief لوں گا اس حوالے سے پھر detail میں دوں گا جواب next اجلاس میں۔

میر احمد نواز بلوچ: آپ اسمبلی میں تیاری نہیں کر کے آتے۔ یہ اس صوبے کے ساتھ ظلم ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ تشریف رکھیں احمد نواز! آپ رولنگ نہیں دے سکتے ہیں وہاں سے کھڑے ہو کر۔

وزیر کھیل و ثقافت: کچھ باتیں ہیں جو میں اس فلور پر کہہ نہیں سکتا۔

انجینئر زمر خان اچکزئی (وزیر محکمہ زراعت و کوآپریٹوز): جناب اسپیکر صاحب! ہمارے خیبر پختونخوا سے

عوامی نیشنل پارٹی کے ایم پی اے جناب صلاح الدین صاحب آئے ہوئے ہیں، میں اُن کو خوش آمدید کہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی، ہم سب انہیں خوش آمدید کہتے ہیں ایوان میں اُنکی آمد پر۔
ملک نصیر احمد شاہ ہوانی: جناب اسپیکر صاحب! میں بھی بلوچستان نیشنل پارٹی کی طرف سے اُن کو اور پوری اپوزیشن کی طرف سے، سب کی طرف سے اُن کو بلوچستان آنے پر welcome کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی جناب اختر حسین لانگو صاحب آپ اپنا سوال۔ اچھا یہ سارے defer ہو گئے اور یہ محکمہ داخلہ کے بھی میرے خیال جتنے سوالات ہیں وہ بھی منسٹر صاحب نہیں آئے تو اُن کو بھی defer کیا جاتا ہے۔
جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! بات یہ ہے کہ دو منسٹر صاحب پہلے بھی یہ سوالات آئے تھے میرا خیال ہے دوسری تیسری بار ہے کہ defer ہو رہے ہیں۔ اگر آپ منسٹر صاحب کو پابند کر دیں کہ وہ آئیں اپنے سوالات کے جوابات دیدیں تو بہتر ہوگا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی منسٹر صاحب ان تو ایوان وقت ضائع کر رہے ہیں سوال آجاتے ہیں یہ لوگ جواب تیار نہیں کرتے اگلی دفعہ مہربانی کر کے جواب تیار کریں آپ لوگ۔ اور یہ محکمہ داخلہ کے جو سوالات ہیں ضیاء لانگو صاحب بھی چھٹی پر ہیں انہوں نے درخواست بھجوائی ہے۔ یہ سارے سوالات defer کئے جاتے ہیں وقفہ سوالات ختم جی رخصت کی درخواستیں سیکرٹری صاحب پڑھیں۔ سیکرٹری اسمبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔
جناب صفدر حسین (سیکرٹری اسمبلی): سردار مسعود علی خان صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ ناسازی طبیعت کی بنا رواں اجلاس میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔
سیکرٹری اسمبلی: حاجی مٹھا خان کا کڑ صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔
سیکرٹری اسمبلی: میر ضیاء اللہ لانگو صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔
سیکرٹری اسمبلی: نواز ابراہیم طارق مگسی صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: میر محمد عارف محمد حسنی صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ کوئٹہ سے باہر ہونے بنا آج تا اختتام اجلاس میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: نواب محمد اسلم خان رئیسانی صاحب نے نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: حاجی محمد نواز کا کڑ صاحب نے نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔ جی آغا صاحب۔

انجینئر سید محمد فضل آغا: جناب اسپیکر point of order یہ question hour جو کہ سب سے اہم

کارروائی کا حصہ ہے اور اس میں جتنے بھی ہمارے ممبران حضرات اس طرف سے ہوں یا ان طرف سے سب کی

ذمہ داری بنتی ہے کہ منسٹریز کی جو کارکردگی ہو پچھلے پورے سال کی یا دو سال کی یا تین سال کی ان سے سوال جواب کیا

جائے۔ لیکن سال پورا ہونے کو ہے اور الحمد للہ آپ ہی اس House کو Chair کر رہے ہیں۔ اور آپ نے صحیح

طور پر نوٹ فرمایا ہے کہ اکثر یہ سوالات جب آتے ہیں یا تو نامکمل ہوتے ہیں یا منسٹر صاحب تشریف نہیں لاتے جس کی

وجہ سے defer پر defer ہوتے جا رہے ہیں میری ذاتی گزارش یہ ہے کہ پچھلے 10 مہینے 11 مہینے سے اسمبلی

سیکرٹریٹ میں میرے کوئی 30 سے زیادہ سوالات پڑے ہوئے ہیں جو کہ بہت اہم ہیں لیکن مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ

آپ کے سیکرٹریٹ کی یہ کوتاہی ہے یا ministries کی کوتاہی ہے ان 10 مہینوں میں جو کہ 15 دن میں رولز کے

مطابق سوالات کے جوابات آنے چاہئیں 10 مہینے میں سوالوں کے جوابات اس floor پر نہیں آئے تو اگر ہماری یہی

کارکردگی اسمبلی سیکرٹریٹ کی یا ministries کی تو پھر آپ بتائیں اس House میں ہمارے آنے کا مقصد یا وہ

جو ایک accountability کا ذریعہ یہ بھی وہ ہم پورا نہیں کر سکتے پھر ہم کیا توقع رکھیں کسی محکمہ سے بھی کسی

ministries سے بھی اور یہاں سے بھی یہ سوالات کے جواب نہیں آتے اور آپ کی طرف سے بھی کوئی رولنگ

نہیں آئی ہے اس میں، میں اگر مجبوراً ہوا تو پھر ہم تحریک استحقاق move کریں گے۔ کیونکہ ہمارا یہ استحقاق ہے

15 دن کے اندر جواب آنے چاہئیں کیوں مجبوری ہوتی ہے کوئی جواب لمبا ہوتا ہے صحیح ہے hard and fast ہم

نہیں رہتے ہیں۔ لیکن مہینہ دو 10 مہینے سے 30 زیادہ سوالات میرے پڑے ہوئے ہیں اور 10 مہینے سے جواب

نہیں آیا تو آپ بتائیں ہم کس طرح کام کر سکتے ہیں تو آج مجھے آپ سے رولنگ چاہئے ایک تو آپ اپنے سیکرٹریٹ ہدایت کریں strictly اس کام کو آپ لیں جو question section ہے وہ اپنے کام کو صحیح طریقے سے کریں اور ہمارے سوالات کے جواب آنے چاہئیں اگر وہی جواب نہیں آئے تو ہم مزید اور کیا سوال کر سکتے ہیں اور وہ سارے public interest ہوتے ہیں۔ ہمارا ذاتی اُس میں کوئی مفاد نہیں ہوتا ہے تو میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ ministries کو ہدایت کریں بلکہ Chief Minister کو لکھنا چاہئے وہاں بھی لکھیں اور اپنے سیکرٹریٹ کو بھی ہدایت کریں کہ جو position ہے وہ House میں رکھیں۔ بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ آغا صاحب! آپ نے درست فرمایا اس پر آپ نے پہلے بھی بات کی تھی، یقیناً ابھی میں سیکرٹریٹ سے بھی یہی کہتا ہوں کہ اس پر جو ہے کہ آپ لوگوں کے سوالات ہیں اس پر فوری طور پر یہ لوگ عمل کریں۔ اور منسٹر صاحبان سے بھی میں نے کہہ دیا ہے اور سیکرٹریٹ کو بھی یہاں سے لیٹر بھیج دیا جائے کہ جو سوالات ممبران کی طرف سے آتے ہیں۔ اُن کا جواب تفصیلی یہ لوگ بنا کر بھیجیں۔ چونکہ جناب نصر اللہ خان زیرے رکن اسمبلی کی جانب سے تحریک التوا نمبر دو کا نوٹس جو پہلے موصول ہو چکا ہے اور آج کی نشست میں پیش ہونی تھی۔ لیکن میر جان محمد خان جمالی رکن اسمبلی کی جانب سے ایک انتہائی اہم تحریک التوا نمبر 3 بھی موصول ہو چکی ہے اگر اتفاق رائے ہو تو آج کی نشست میں تحریک التوا نمبر 3 کو پیش کیا جائے؟ آپ لوگ آواز ہاں یا ناں وہ کر دیں۔ شکریہ۔ چونکہ ایوان کی اکثریت کی رائے تحریک التوا نمبر 3 کو پیش کرنے کے بارے میں آئی ہے۔ لہذا میر جان محمد خان جمالی کی جانب سے موصول شدہ تحریک التوا نمبر 3 قواعد و انضباط کار بلوچستان صوبائی اسمبلی مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 75A کے تحت تحریک التوا نمبر 3 پڑھ کر سناتا ہوں۔

تحریک یہ ہے کہ ہندوستان نے کشمیریوں کے حق میں خود ارادیت کو کچلنے کے لیے نہ صرف ceasefire کی خلاف ورزی کی ہے بلکہ کلسٹر بموں کا بے دریغ استعمال کیا ہے۔ اس طرح بھارت نے صدر حکم کے تحت سیاست جموں کشمیر کے آئین کے آرٹیکل 370 کو یکسر ختم کر کے اقوام متحدہ کی قراردادوں کی خلاف ورزی کے ساتھ ساتھ انسانی حقوق کی بھی خلاف ورزی کی ہے۔ لہذا آج کی اسمبلی کی کارروائی روک کر اس فوری اہمیت کے حامل مسئلہ پر بحث کی جائے۔

میر جان محمد خان جمالی: اگر اجازت ہو تو میں کچھ کہوں، تحریک التوا کے سلسلے میں۔ ایک تو میں ذاتی طور پر شکریہ ادا کر رہا ہوں نصر اللہ زیرے صاحب کا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جمالی صاحب! آپ ایک منٹ تشریف رکھیں۔ آیا تحریک التوا نمبر 3 کو پیش کرنے کی

اجازت دی جائے؟۔ جو اراکین تحریک کے حق میں وہ اپنی نشستوں پر کھڑے ہو جائیں۔ جی شکر یہ۔ تحریک التوا نمبر 3 کو قاعدہ نمبر (2) 75 کے تحت مطلوبہ اراکین اسمبلی کی حمایت حاصل ہو گئی ہے لہذا میر جان محمد خان جمالی صاحب آپ اپنی تحریک التوا نمبر 3 کو پیش کریں۔

میر جان محمد خان جمالی: جناب اسپیکر! سب سے پہلے زیرے صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اُن سے جب میں request کرتا ہوں تو انہوں نے کہا بالکل یہ اہمیت کی حامل چیز ہے اس کو پیش کریں پھر سارے ایوان میں جتنے اراکین ہیں اپوزیشن کے یا treasury benches کے سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اجازت دی۔ اور آپ نے بھی رولز کے تحت کارروائی کرتے ہوئے چیز کو آگے بڑھایا سب دوستوں کا شکر گزار ہوں۔ میں اسمبلی کے قواعد و انضباط کا رجحان 1974 کے قاعدہ نمبر 70 کے تحت ذیل تحریک التوا کا نوٹس دیتا ہوں۔ تحریک یہ ہے کہ ہندوستان نے کشمیریوں کے حق میں خود ارادیت کو کچلنے کے لیے نہ صرف ceasefire کی خلاف ورزی کی ہے بلکہ گلکسٹر بموں کا بے دریغ استعمال کیا ہے۔ اس طرح بھارت نے صدر حکم کے تحت سیاست جموں کشمیر کے آئین کے آرٹیکل 370 کو یکسر ختم کر کے اقوام متحدہ کی قراردادوں کی خلاف ورزی کے ساتھ ساتھ انسانی حقوق کی بھی خلاف ورزی کی ہے۔ لہذا آج کی اسمبلی کی کارروائی روک کر اس فوری اہمیت کے حامل مسئلہ پر بحث کی جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: محرک اپنی تحریک التوا کی admissibility کی وضاحت فرمائیں۔

میر جان محمد خان جمالی: جناب اسپیکر! 1947ء کو جب پاکستان بنا تو کشمیر بھی state تھا ان سے پوچھا گیا کہ آپ کس ملک کو join کرینگے ہندوستان کو یا پاکستان کو۔ تو راجہ گلاب سنگھ ان کے حکمران تھے ڈوگرہ۔ اکثریت مسلمانوں کی تھی لیکن انہوں نے اکثریت کا خیال نہ کرتے ہوئے ہندوستان کے ساتھ شمولیت کا اعلان کیا بس یہ اعلان کے ساتھ ہوتے ہی افواج ہند نے ٹکوتا جہازوں میں جلدی جلدی اپنے troops بٹھائے فوجی بٹھائے اور سرینگر میں land کیا۔ 27 اکتوبر 1947ء سے یہ کارروائی شروع ہوئی ہے ان حالات کو دیکھتے ہوئے ہمارے کشمیری مسلمان بھائی اور اُس وقت ہمارے پشتون لشکر جو بھی پاکستان آرمی کی حالت تھی اُن کے تعاون کے لیے پہنچ گئے کشمیر اور ایک جنگ شروع ہو گئی، یہ پہلی جنگ تھی کشمیر کی۔ اُس وقت تک افواج پاکستان کا کمانڈر تھا General Gracey۔ ہندوستانی افواج میں بھی british officers تھے وہ نہیں لڑ رہے تھے اصلی جنگ کشمیر لڑ رہے تھے اور لشکر ہمارے پشتون لشکر وہ لڑ رہے تھے۔ اس لشکر نے اور کشمیریوں نے اتنا مشکل بنا دیا ہندوستانی فوج کے لیے کہ پہلی جنوری کو 1948ء کو پنڈت لال نہرو United Nation میں گئے۔ کشمیر کا مسئلہ خود اٹھا کے لے گئے اور 05 جنوری 1948ء کو کشمیر کی قرارداد پاس ہوئی 05 جنوری 1948ء سے آج تک اُس قرارداد کو عملی جامع نہیں

پہنایا United Nation نے۔ آج تو بڑی مختلف حالت آگئی ہے آج جو انہوں نے قانون پیش کیا ہے اپنی آئینی اسمبلی میں وہ مقبوضہ کشمیر کو ہندوستان میں ضم کرنے کا انہوں نے اعلان کر دیا ہے۔ یہ United Nation کی کیفیت کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہے مودی حکومت بالکل سننے کے لیے تیار نہیں ہے اور ٹرمپ نے اشارتاً کشمیر کا نام لیا اُس پر بھی وہ بگڑ گئے۔ اُنہی دنوں میں ہمیں افغانستان میں ایک پیشرفت ہوئی کہ وہاں امن آجائے جو ہمارے لیے بھی ضروری ہے ہندوستان کے لیے خاص طور پر ضروری ہے وہاں بھی timing کو دیکھتے ہوئے ہندوستانی حکومت نے یہ کارروائیاں کشمیر پر شروع کر دی ہیں آج ہندوستان کے وہ لیڈر بھی جو مقبوضہ کشمیر کے وزیر اعلیٰ رہے وہ بھی زیر حراست ہے کہ یہ جو انہوں نے قانون اپنی اسمبلی میں پیش کیا ہے اور presidential order کے تحت اُس کو implement کر دیا 370 کو یہ قانون کیوں جلدی میں تھا جب آرٹیکل 35A کے تحت کشمیر میں کوئی غیر کشمیری زمین بھی خرید نہیں سکتا نہ شہری بن سکتا تھا۔ پھر اسی اثنا میں disputed territory بن گئی۔ یہ میں تاریخ اس لیے بتا رہا ہوں کہ نوجوان نسل کو تھوڑا معلوم ہو جائے اس لیے ادھر کشمیری رہ پارہے تھے جو occupied Kashmir اُن کو پتہ تھا یہ اُن کی زمینیں کوئی خرید نہیں سکتا وہی وہاں کے باسی رہیں گے اس لیے انہوں نے 70 سال تک برداشت کیا indian occupied Kashmir دو کروڑ کی آبادی ہے وہاں اکثریت مسلمانوں کی بالکل اُن کو نیست و نابود کرنے کے موڈ میں ہے کل ابھی ہماری پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس ہے اسی سلسلے میں۔ کل ایمرجنسی میٹنگ ہے ہمارے corps commanders کی یہ نوبت آئی ہوئی ہے۔ دو nuclear ملک ایک دوسرے کو face کر رہے ہیں ابھی کہاں تک بات لے جائینگے کہاں تک کرنا ہے انہوں نے وہ آپ خود ہی سمجھ سکتے ہے۔ کہ کیا حالات بننے لگے ہیں یہ کچھ حقائق تھے ہمیں سامنے رکھنے چاہئیں ہمیں بحث کرنی چاہئے کیونکہ کشمیر issue کی وجہ سے تو ہمارے مسئلے ہیں کوئی حل نہیں ہوتے ہیں، ہمارے اور ہندوستان کی رفاقت حل ہی نہیں ہوتی، ستر سال سے زیادہ ہو گئے کشمیر dispute چل رہا ہے، United Nation بھی حل نہیں کرتا۔ آج ان کا نمائندہ کہتا ہے کہ جی ذرا صبر و حوصلے سے آپ کام کریں ہندوستان اور پاکستان۔ جو ہماری حالت ہے کہ ہندوستان نے تو ہماری گردن پر چھری رکھی ہوئی ہے، کب تک صبر سے ہم کام لیں؟ کشمیری مسلمانوں کا حشر و نشر کیا ہوا ہے۔ کشمیری وہ تھے ہمارے مسلمان بھائی جو بہت دُور تھے خلفشار سے، جنگوں سے۔ آج وہی کشمیری ویتنامیوں سے زیادہ خوفناک بنے ہوئے ہیں ہندوستان کیلئے۔ امریکہ کو یاد آنا چاہیے کہ ان ویتنامیوں نے، چھوٹے قد والوں نے امریکہ ساڑھے چھ فٹ والوں کو واپس امریکہ پہنچایا تھا۔ شاء بلوچ کو بھی میں وہ دن یاد کراؤں، جوانی کے تھے، یہ بھی بہت progressive تھے، یہ 1974-75ء کی باتیں ہیں۔ تو کسی کو underestimate نہیں کریں۔ پچھلے

دنوں ایک انٹرنیشنل آرٹیکل آیا تھا میرے خیال بھائیوں نے بھی پڑھا ہوگا۔ یہ اگر ہندوستان اور پاکستان میں نیوکلیئر جنگ چھڑ جاتی ہے تو ساری دنیا کو اس نے effect کرنا ہے اُس کے اثرات نے۔ تو خود سوچ لیں دنیا بالکل بے حسی کی حالت میں بیٹھی ہوئی ہے۔ یہ جو کشمیر کا حشر انہوں نے کیا ہوا ہے۔ فلسطین کا حشر کیا ہوا ہے، آگے مسلمان ممالک میں کیا ہو رہا ہے۔ سریبا، لیبیا وغیرہ، وہ آپ کے سامنے ہیں۔ ان سب چیزوں پر سوچنا پڑیگا کہ ہمارا ملک چلے گا۔ صرف بات یہاں ختم نہیں ہوتی۔ ہماری life-line ہے پانی وہ بھی کشمیر سے آتا ہے۔ دریائے سندھ خوش قسمتی سے انڈس ہے وہ آپ کے علاقوں سے آتا ہے۔ ورنہ تو سارے دریا جو انہوں نے ابھی تک چھوڑے ہیں، وہ اُن کے علاقوں سے آتے ہیں۔ پانی پر دنیا کے مستقبل کی جنگ ہونے لگی ہے۔ پانی اور خوراک پر وہ بھی ان کے ہاتھوں میں ہیں۔ تو ہم سب کو ان چیزوں پر سوچنا چاہیے۔ بجھتی کا وہ ہے، مجھے خوشی ہو رہی ہے کہ کل سب اکٹھے ہو رہے ہیں۔ ہمارے سیاستدان، افواج پاکستان پر ہمیں بھروسہ ہے کہ وہ حالات کو face کریں گی۔ 27 فروری کو بھی ایک چھوٹا سا، جبکہ ہم لوگ سادہ لوگ بلوچستان کے کہتے ہیں کہ ٹریلر ہوا تھا، ان کے دو جہاز مار گرائے تھے۔ تو یہ بھی اُن کو سبق حاصل ہوا۔ لیکن اگر نہیں سیکھیں گے تو تیار ہیں۔ ہم مسلمان ہیں مسلمان تو ہر وقت جنگ کیلئے تیار رہتے ہیں۔ اپنی عزت کی خاطر اپنے ننگ و ناموس کی خاطر۔ یہ کچھ حقیقتیں تھیں میں نے کہا سب دوستوں کے سامنے رکھ دوں اس پر بحث کریں۔ ہم نے اپنی بجھتی show کرنی ہے۔ اس پاکستان کیساتھ، بلوچستان کے لوگ پاکستانیت میں اللہ کے فضل سے کسی سے کم نہیں ہیں، ساتھ دیتے ہیں۔ اپنے حق کی بات کرتے ہیں اور عزت سے بھی رہنا جانتے ہیں۔ بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ جمالی صاحب۔

ملک سکندر خان ایڈووکیٹ (قائد حزب اختلاف): میں جمالی صاحب کا مشکور ہوں کہ آج ایک انتہائی اہم تحریک التوا انہوں نے فلور پر پیش کی۔ اس سے پہلے کہ میں تحریک التوا پر کچھ عرض کروں میں اپنے مہمان محترم صلاح الدین مہمند صاحب کا ہماری اسمبلی میں آنے اور اس ایوان کی کارروائی دیکھنے پر انہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ اور میں یقیناً بہت خوش ہوں کہ صلاح الدین صاحب یہاں تشریف لائے ہیں، اُن کا تعلق بھی اے این پی سے ہے۔ ہمارے اے این پی کے ساتھی بھی یہاں ہیں۔ جہاں تک تحریک التوا کا تعلق ہے جناب اسپیکر صاحب۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ملک صاحب! اس تحریک التوا پر میں کچھ کہوں گا۔ تحریک التوا نمبر 3 پیش ہوئی۔ لہذا تحریک نمبر 3 کو آج کی نشست میں آخر میں بحث کیلئے منظور کرتے ہیں۔ منظور کی جاتی ہے۔ اس کو last میں کارروائی کے بعد پھر اس پر بحث کریں گے کیونکہ آج ہی پیش ہوئی اور آج ہی منظور ہوئی۔

قائد حزب اختلاف: آپ نے allow کر دیا بحث شروع کر دی انہوں نے اپنی بات مکمل کر لی۔
 جناب ڈپٹی اسپیکر: بس، وہ تو جمالی صاحب تھوڑا اس حوالے سے figures بتا رہے تھے۔
 سرکاری کارروائی برائے قانون سازی۔ بلوچستان ہیلتھ کیئر کمیشن کا مسودہ قانون مصدرہ 2019ء (سودہ قانون نمبر 10 مصدرہ 2019ء) کا ایوان میں پیش کیا جانا۔
 وزیر صحت! بلوچستان ہیلتھ کیئر کمیشن کا مسودہ قانون مصدرہ 2019ء (مسودہ قانون نمبر 10 مصدرہ 2019ء) پیش کریں۔

میر نصیب اللہ خان مری (وزیر محکمہ صحت): میں وزیر محکمہ صحت، بلوچستان ہیلتھ کیئر کمیشن کا مسودہ قانون مصدرہ 2019ء (مسودہ قانون نمبر 10 مصدرہ 2019ء) پیش کریں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: بلوچستان ہیلتھ کیئر کمیشن کا مسودہ قانون مصدرہ 2019ء (مسودہ قانون نمبر 10 مصدرہ 2019ء) پیش ہوا لہذا قواعد و انضباط کار، بلوچستان صوبائی اسمبلی، مجریہ 1974 کے قاعدہ نمبر 74 کے تحت متعلقہ مجلس قائمہ کے سپرد کیا جاتا ہے۔

ایوان کی کارروائی۔ مجلس قائمہ کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا۔
 چیئر مین مجلس قائمہ برائے محکمہ تعلیم، خواندگی وغیر رسمی تعلیم، اعلیٰ تعلیم، صدارتی پروگرام، سی ڈی ڈبلیو اے، معیاری تعلیم، سائنس و انفارمیشن ٹیکنالوجی! بلوچستان لازمی تعلیم خدمات کا مسودہ قانون مصدرہ 2019ء (مسودہ قانون نمبر 1 مصدرہ 2019ء) کی بابت قاعدہ 180 کے تحت تحریک پیش کریں۔

جناب عبدالواحد صدیقی (چیئر مین مجلس قائمہ برائے محکمہ تعلیم): میں چیئر مین، مجلس قائمہ بر محکمہ تعلیم، خواندگی و غیر رسمی تعلیم، اعلیٰ تعلیم، صدارتی پروگرام، سی ڈی ڈبلیو اے، معیاری تعلیم، سائنس و انفارمیشن ٹیکنالوجی، تحریک پیش کرتا ہوں کہ بلوچستان لازمی تعلیم خدمات کا مسودہ قانون مصدرہ 2019ء (مسودہ قانون نمبر 1 مصدرہ 2019ء) کی بابت رپورٹ پیش کرنے کی مدت میں آج مورخہ 5 اگست 2019ء تک توثیق کی منظوری دی جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: تحریک پیش ہوئی۔ آیا بلوچستان لازمی تعلیم خدمات کا مسودہ قانون مصدرہ 2019ء (مسودہ قانون نمبر 1 مصدرہ 2019ء) کی بابت مجلس کی رپورٹ پیش کرنے کی مدت میں آج مورخہ 5 اگست 2019ء تک توسیع کی منظوری دی جائے؟ تحریک منظور ہوئی۔ بلوچستان لازمی تعلیم خدمات کا مسودہ قانون مصدرہ 2019ء (مسودہ قانون نمبر 1 مصدرہ 2019ء) کی بابت مجلس کی رپورٹ پیش کرنے کی مدت میں آج مورخہ 5 اگست 2019ء تک توسیع کی منظوری دی جاتی ہے۔

چیئر مین مجلس قائمہ برائے محکمہ تعلیم، خواندگی و غیر رسمی تعلیم، اعلیٰ تعلیم، صدارتی پروگرام، سی ڈی ڈبلیو اے، معیاری تعلیم، سائنس و انفارمیشن ٹیکنالوجی، قاعدہ (A) 135 کے تحت بلوچستان لازمی تعلیم خدمات کا مسودہ قانون مصدرہ 2019ء (مسودہ قانون نمبر 1 مصدرہ 2019ء) کی بابت مجلس کی رپورٹ پیش کریں۔

چیئر مین مجلس قائمہ برائے محکمہ تعلیم: میں چیئر مین، مجلس قائمہ برائے محکمہ تعلیم خواندگی و غیر رسمی تعلیم، اعلیٰ تعلیم، صدارتی پروگرام، سی ڈی ڈبلیو اے، معیاری تعلیم، سائنس و انفارمیشن ٹیکنالوجی، بلوچستان لازمی تعلیم خدمات کا مسودہ قانون مصدرہ 2019ء (مسودہ قانون نمبر 1 مصدرہ 2019ء) کی بابت کمیٹی کی رپورٹ پیش کرتا ہوں۔ جناب ڈپٹی اسپیکر: رپورٹ پیش ہوئی۔ رپورٹ کا ایوان میں منظور کیا جانا۔ چیئر مین مجلس قائمہ برائے محکمہ سماجی بہبود، ترقی نسواں، زکوٰۃ، عشر، حج و اوقاف، اقلیتی امور و نوجوانان کی بابت متعلقہ محکموں کے فرائض، کارکردگی، درپیش مسائل اور ان کے حل سے متعلق مجلس کی رپورٹ کی بابت تحریک پیش کریں۔

میر احمد نواز بلوچ (چیئر مین مجلس قائمہ برائے محکمہ سماجی بہبود و ترقی نسواں): میں چیئر مین مجلس قائمہ بر محکمہ سماجی بہبود و ترقی نسواں، زکوٰۃ، عشر، حج و اوقاف، اقلیتی امور و نوجوانان تحریک پیش کرتا ہوں کہ متعلقہ محکموں کے فرائض، کارکردگی، درپیش مسائل اور ان کے حل سے متعلق مجلس کی رپورٹ کو کمیٹی کی سفارشات پر فی الفور زیر غور کیا جائے۔ جناب ڈپٹی اسپیکر: تحریک پیش ہوئی۔ آیا محکمہ سماجی بہبود و ترقی نسواں، زکوٰۃ، عشر، حج و اوقاف اقلیتی امور و نوجوانان کی بابت متعلقہ محکموں کے فرائض، کارکردگی، درپیش مسائل اور ان کے حل سے متعلق مجلس کی رپورٹ کو فی الفور زیر غور لایا جائے؟۔ ہاں یا ناں میں آپ لوگ جواب دیں۔ تحریک منظور ہوئی۔ محکمہ سماجی بہبود و ترقی نسواں، زکوٰۃ، عشر، حج و اوقاف، اقلیتی امور و نوجوانان کی بابت متعلقہ محکموں کے فرائض، کارکردگی، درپیش مسائل اور ان کے حل سے متعلق مجلس کی رپورٹ کو فی الفور زیر غور لایا جاتا ہے۔

چیئر مین مجلس قائمہ بر محکمہ سماجی بہبود و ترقی نسواں، زکوٰۃ، عشر، حج و اوقاف، اقلیتی امور و نوجوانان کی بابت متعلقہ محکموں کے فرائض، کارکردگی، درپیش مسائل اور ان کے حل سے متعلق مجلس کی رپورٹ کی بابت اگلی تحریک پیش کریں۔ چیئر مین مجلس قائمہ برائے محکمہ سماجی بہبود و ترقی نسواں: میں چیئر مین مجلس قائمہ بر محکمہ سماجی بہبود و ترقی نسواں، زکوٰۃ، عشر، حج و اوقاف، اقلیتی امور و نوجوانان تحریک پیش کرتا ہوں کہ متعلقہ محکموں کے فرائض، کارکردگی، درپیش مسائل اور ان کے حل سے متعلق مجلس کی رپورٹ کو کمیٹی کی سفارشات کے بموجب منظور کیا جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: تحریک پیش ہوئی۔ آیا محکمہ سماجی بہبود و ترقی نسواں، زکوٰۃ، عشر، حج و اوقاف، اقلیتی امور و نوجوانان کی بابت متعلقہ محکموں کے فرائض، کارکردگی، درپیش مسائل اور ان کے حل سے متعلق مجلس کی رپورٹ کو

کمیٹی سفارشات کے بموجب منظور کیا جائے؟ تحریک منظور ہوئی۔ محکمہ سماجی بہبود و ترقی نسوان، زکوٰۃ، عشر، حج و اوقاف، اقلیتی امور و نوجوانان کی بابت متعلقہ محکموں کے فرائض، کارکردگی، درپیش مسائل اور ان کے حل سے متعلق مجلس کی رپورٹ کو کمیٹی سفارشات کے بموجب منظور کیا جاتا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: چیئر مین مجلس قائمہ برائے محکمہ زراعت و کوآپریٹوز، سوسائٹی، لائیو اسٹاک و ڈیری ڈویلپمنٹ، ماہی گیری و خوراک! متعلقہ محکموں کے فرائض، کارکردگی، درپیش مسائل اور ان کے حل سے متعلق مجلس کی رپورٹ کی بابت تحریک پیش کریں۔

میر پولیس عزیز زہری (چیئر مین مجلس قائمہ برائے محکمہ زراعت و کوآپریٹوز): میں چیئر مین مجلس قائمہ برائے محکمہ زراعت و کوآپریٹوز، سوسائٹی، لائیو اسٹاک و ڈیری ڈویلپمنٹ، ماہی گیری و خوراک تحریک پیش کرتا ہوں کہ متعلقہ محکموں کے فرائض، کارکردگی، درپیش مسائل اور ان کے حل سے متعلق مجلس کی رپورٹ کو قائمہ کمیٹی کی سفارشات کے بموجب فی الفور زیر غور لایا جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: تحریک پیش ہوئی۔ آیا محکمہ زراعت و کوآپریٹوز سوسائٹی، لائیو اسٹاک و ڈیری ڈویلپمنٹ، ماہی گیری و خوراک، متعلقہ محکموں کے فرائض، کارکردگی، درپیش مسائل اور ان کے حل سے متعلق مجلس کی رپورٹ کو قائمہ کمیٹی کی سفارشات کے بموجب فی الفور زیر غور لایا جائے؟ تحریک منظور ہوئی۔ محکمہ زراعت و کوآپریٹوز، سوسائٹی، لائیو اسٹاک و ڈیری ڈویلپمنٹ، ماہی گیری و خوراک، متعلقہ محکموں کے فرائض، کارکردگی، درپیش مسائل اور ان کے حل سے متعلق مجلس کی رپورٹ کو قائمہ کمیٹی کی سفارشات کے بموجب فی الفور زیر غور لایا جاتا ہے۔

چیئر مین مجلس قائمہ برائے محکمہ زراعت و کوآپریٹوز سوسائٹی، لائیو اسٹاک و ڈیری ڈویلپمنٹ، ماہی گیری و خوراک! متعلقہ محکموں کے فرائض، کارکردگی، درپیش مسائل اور ان کے حل کی بابت اگلی تحریک پیش کریں۔

چیئر مین مجلس قائمہ برائے محکمہ زراعت و کوآپریٹوز: میں چیئر مین مجلس قائمہ برائے محکمہ زراعت و کوآپریٹوز سوسائٹی، لائیو اسٹاک و ڈیری ڈویلپمنٹ، ماہی گیری و خوراک، متعلقہ محکموں کے فرائض، کارکردگی، درپیش مسائل اور ان کے حل سے متعلق مجلس کی رپورٹ کو قائمہ کمیٹی کی سفارشات کے بموجب منظور کیا جائے؟

جناب ڈپٹی اسپیکر: تحریک پیش ہوئی۔ آیا محکمہ زراعت و کوآپریٹوز سوسائٹی، لائیو اسٹاک و ڈیری ڈویلپمنٹ، ماہی گیری و خوراک، متعلقہ محکموں کے فرائض، کارکردگی، درپیش مسائل اور ان کے حل سے متعلق مجلس کی رپورٹ کو قائمہ کمیٹی کی سفارشات کے بموجب منظور کیا جائے؟ تحریک منظور ہوئی۔ محکمہ زراعت و کوآپریٹوز، سوسائٹی، لائیو اسٹاک و ڈیری ڈویلپمنٹ، ماہی گیری و خوراک، متعلقہ محکموں کے فرائض، کارکردگی، درپیش مسائل اور ان کے حل سے متعلق

مجلس کی رپورٹ کو کمیٹی کی سفارشات کے بموجب منظور کیا جاتا ہے۔

آڈیٹر جنرل آف پاکستان کا اسپیشل آڈٹ رپورٹ برائے سال 2016-17ء بر بلوچستان ڈیولپمنٹ اتھارٹی، حکومت بلوچستان، مالیاتی سال 2012-13-2007-08ء کا ایوان میں پیش کیا جانا۔

وزیر خزانہ! بلوچستان صوبائی اسمبلی کے قواعد و انضباط کا مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 174 کے تحت آڈیٹر جنرل آف پاکستان کا اسپیشل آڈٹ رپورٹ برائے سال 2016-17ء بر بلوچستان ڈیولپمنٹ اتھارٹی، حکومت بلوچستان برائے مالیاتی سال 2007-08ء تا 2012-13ء ایوان کی میز پر رکھیں۔

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر خزانہ): میں وزیر خزانہ بلوچستان صوبائی اسمبلی کے قواعد و انضباط کا مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 174 کے تحت آڈیٹر جنرل آف پاکستان کا اسپیشل آڈٹ رپورٹ برائے سال 2016-17ء بر بلوچستان ڈیولپمنٹ اتھارٹی، حکومت بلوچستان برائے مالیاتی سال 2007-08ء تا 2012-13ء ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اسپیشل آڈٹ رپورٹ برائے سال 2016-17ء بر بلوچستان ڈیولپمنٹ اتھارٹی، حکومت بلوچستان برائے مالیاتی سال 2007-08ء تا سال 2012-13ء ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ لہذا مذکورہ رپورٹ کو پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے سپرد کیا جاتا ہے۔

آڈیٹر جنرل آف پاکستان کا آڈٹ رپورٹ برائے سال 2018-19ء بر حسابات پبلک سیکٹر انٹرنیٹ پر انٹرنیٹ حکومت بلوچستان کا ایوان میں پیش کیا جانا۔

وزیر خزانہ! بلوچستان صوبائی اسمبلی کے قواعد و انضباط کا مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 174 کے تحت آڈیٹر جنرل آف پاکستان کا اسپیشل آڈٹ رپورٹ برائے سال 2018-19ء بر حسابات پبلک سیکٹر انٹرنیٹ پر انٹرنیٹ حکومت بلوچستان ایوان کی میز پر رکھیں۔

وزیر خزانہ: میں وزیر خزانہ، بلوچستان صوبائی اسمبلی کے قواعد و انضباط کا مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 174 کے تحت آڈیٹر جنرل آف پاکستان کا اسپیشل آڈٹ رپورٹ برائے سال 2018-19ء بر حسابات پبلک سیکٹر انٹرنیٹ پر انٹرنیٹ حکومت بلوچستان ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آڈیٹر جنرل آف پاکستان کا اسپیشل آڈٹ رپورٹ برائے سال 2018-19ء بر حسابات پبلک سیکٹر انٹرنیٹ پر انٹرنیٹ حکومت بلوچستان ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ لہذا مذکورہ رپورٹ کو پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے سپرد کیا جاتا ہے۔

قومی مالیاتی کمیشن رپورٹوں کا ایوان میں پیش کیا جانا۔ وزیر خزانہ! قومی مالیاتی کمیشن کی پہلی ششماہی ضمنی مانیٹرنگ رپورٹ جولائی تا دسمبر 2016ء ایوان کی میز پر رکھیں۔

وزیر محکمہ خزانہ: میں وزیر خزانہ، قومی مالیاتی کمیشن کی پہلی ششماہی ضمنی مانیٹرنگ رپورٹ جولائی تا دسمبر 2016ء ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: قومی مالیاتی کمیشن کی پہلی ششماہی ضمنی مانیٹرنگ رپورٹ جولائی تا دسمبر 2016ء ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

وزیر محکمہ خزانہ! قومی مالیاتی کمیشن کی دوسری ششماہی ضمنی مانیٹرنگ رپورٹ جنوری تا جون 2017ء ایوان کی میز پر رکھیں۔

وزیر محکمہ خزانہ: میں وزیر محکمہ خزانہ، قومی مالیاتی کمیشن کی دوسری ششماہی ضمنی مانیٹرنگ رپورٹ جنوری تا جون 2017ء ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: قومی مالیاتی کمیشن کی دوسری ششماہی ضمنی مانیٹرنگ رپورٹ جنوری تا جون 2017ء ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ابھی آپ معزز اراکین سے اس کا مشورہ چاہیے کہ آپ لوگ تحریک التواکس پر بحث کرنا چاہیں گے، ایک، جمالی صاحب نے جو بحث کا آغاز کیا تھا، ایک ثناء بلوچ صاحب نے۔ میرے خیال سے جمالی صاحب والا پہلے وہ کر دیتے ہیں۔

میر جان محمد خان جمالی: کوائف آپ کے سامنے رکھ دیئے تھے، تقریر کا بیشتر حصہ کیونکہ میری عادت نہیں ہے زیادہ لمبی باتیں کرنے کی۔ لیکن دو چیزیں اور میں بتانا چاہتا ہوں اس ایوان کو۔ پچھلے دو دو ہائیوں میں مقبوضہ کشمیر میں 95 ہزار مسلمانوں کو شہید کیا گیا تھا۔ 95 ہزار کشمیری مجاہدین، مجاہد بھی نہیں تھے، عام مسلمان، ان کو شہید کئے گئے۔ اور ایک لاکھ سے بچے وہاں یتیم ہو گئے۔ یہ میں بتا رہا ہوں کہ انسانیت سوز باتیں کیا ہو رہی ہیں، چیز آپ کے سامنے ہے۔ کل ہماری پارلیمنٹ اُدھر مل رہی ہے joint session میں وہ بھی سامنے آئے گا۔ ساری حقیقتیں میں نے آپ کے سامنے رکھ دی ہیں۔ بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ جمالی صاحب۔ جی نصر اللہ خان زیرے صاحب۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: Thank You جناب اسپیکر۔ جو تحریک التواکس کے سامنے ہے یقیناً وہ آج کی حالات کی وجہ سے انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ جناب اسپیکر! پاکستان، ہندوستان دو ہمسایہ ممالک ہیں، اور ہم

جیسے لوگ جو ایک progressive ایک nationalist قوتیں ہیں بالخصوص PK MAP ہم سمجھ رہے ہیں کہ ان دو ممالک کے جو صاحب اقتدار لوگ ہیں، اُن کو مکمل صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے۔ اس لیے کہ اگر جنگوں کا حال پوچھنا ہے تو افغانستان میں چالیس سال سے جو تباہی ہوئی ہے جس میں اب تک لاکھوں پشتون افغان عوام لقمہ اجل بن چکے ہیں، اُن کی تمام آبادی تباہی و بربادی سے دوچار ہے، اور پھر یہ دو ہمسایہ ممالک جن کے پاس ایٹم بم جیسا خطرناک اسلحہ بھی ہے، تو سب سے پہلے میری یہ استدعا ہوگی کہ دونوں ممالک صبر و تحمل سے کام لیں، کشمیر کا جہاں تک مسئلہ ہے جمالی صاحب نے جیسے کہا کہ آج جو کشمیر آزاد ہے وہ ہمارے اُن پشتون قبائل جسے FATA کہا جاتا ہے جسے زبردستی خیبر پختونخوا میں وہاں کے عوام کی مرضی کے بغیر شامل کیا گیا، ان غیور ہمارے پشتون نے جا کر اس کشمیر کو آزاد کروایا۔ لیکن جنہوں نے آزاد کروایا ان قبائل سے آج شماری وزیرستان، جنوبی وزیرستان پھر خیبر ایجنسی پھر مہمند ایجنسی پھر باجوڑ تک ان بیچارے غریب قبائل کے ساتھ آج کیا سلوک ہو رہا ہے، اُن پر جو دہشتگردی کی جنگ مسلط کی گئی ہے کم از کم ستر ہزار لوگ جو مارے گئے ہیں اُن میں اکثریت پشتون قبائل کی ہے۔ اُن بیچاروں کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ جناب اسپیکر! کشمیر یقیناً کشمیر کو حق خود ارادیت ملنا چاہے۔ کشمیر کو آزاد ہونا چاہے۔ وہاں کے عوام کو آزاد ہونا چاہے، کشمیر کے عوام کا ایک آزاد ایک خود مختار قوم کی حیثیت سے اُن کے مستقبل کا تعین ہو۔ یہ نہ کسی کا اٹوٹ انگ ہونا چاہیے نہ کسی کی شہ رگ۔ ہماری پارٹی کا موقف ہے کہ جو ظلم و بربریت ہو رہی ہے کشمیری عوام کے ساتھ یقیناً اس ظلم و بربریت اس کو ختم ہونا چاہے۔ یہ ظلم اگر سری نگر میں ہو رہی ہے اگر کشمیر کے کسی اور حصے میں ہو رہی ہے اس کے خلاف ہم جیسے Nationalsist لوگ، بلوچ جیسے جو Nationalist قوتیں تھیں ہم تو پہلے ہی روز سے چارہ تھے کہ اس قسم کی دہشتگردی کو کسی حالت میں بھی برداشت نہ کیا جائے۔ چاہے جس قوم کے خلاف بھی ہو۔ لہذا آج جو ایک صورتحال بنتی جا رہی ہے جو کشمیر کا ایک status تھا وہ ختم کیا جا رہا ہے، یہ نہیں ہونا چاہیے۔ جناب اسپیکر! جس طرح ہم کہہ رہے تھے کہ فانا وسطی پختونخوا کی ایک حیثیت تھی 1935 کے ایکٹ میں بھی درج تھا۔ ہم اسی لیے چارہ تھے کہ اس کو بھی نہ چھیڑا جائے۔ اُن میں مزید اصلاحات ایک پروگریسو اصلاحات کی جائیں۔ اسی لیے ہم چارہ تھے کہ آج جب ہندوستان کشمیر کے ساتھ کر رہا ہے، اُن کی خصوصی حیثیت کو ختم کر رہا ہے، یہ بھی نہیں ہونا چاہیے۔ لہذا میں اپنی پارٹی کی جانب سے میری یہ تجویز ہوگی آج کے دن کے حوالے سے کہ ایک خصوصی حالت ہے یہ خطرہ ہے کہ یہ دو ممالک پاکستان اور ہندوستان کی آپس کی جو صورتحال ہے، وہ مزید خراب نہ ہو لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ جو لیڈر شپ ہے اس ملک کی آج انہوں نے بھاگ دوڑ سنبھالی ہے انہیں اس حالات کو، ایسے حالات کے طور پر دیکھنا چاہیے کہ آگے اس خطے کی صورتحال کیا ہوگی۔ اگر جنگ چھڑ جاتی ہے پھر تمام

خطہ آگ و خون کے شعلوں میں جلے گا لہذا انسانیت کی خاطر اس خطے کی کم و بیش دو ارب انسانوں کی خاطر ایک ایسی صورتحال بنانی چاہیے تاکہ یہ خطہ جنگ و جدل سے بچا رہے۔ اور کشمیر کی عوام کی آزادی، اُن کے حق خود ارادیت کو تسلیم کیا جائے۔ Thank you

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ نصر اللہ زریں صاحب۔ جی سردار یار محمد رند۔

سردار یار محمد خان رند: پہلے ملک صاحب بولیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی ملک صاحب۔

قائد حزب اختلاف: جناب اسپیکر! آج کی یہ جو تحریک التوا ہے یا جن حالات میں یہ پیش کی گئی ہے یا اس وقت جو صورت حال ہے اسکو میں سمجھتا ہوں کہ اسی کے تناظر میں دیکھا جائے۔ جو آرٹیکل 370 ہے اس کو ختم کرنے سے کشمیر کی جو identity ہے، وہ ختم ہو گئی ہے۔ یوں تو 70 سال سے کشمیر ایک burning issue ہے، جس طرح جان جمالی صاحب نے فرمایا کہ ایک لاکھ کے قریب لوگوں کی جانیں گئی ہیں، جام شہادت نوش کیا ہے۔ لیکن اس وقت جو پوزیشن ہے 70 سال میں کشمیر کی حیثیت تھی ایک ریاستی اس کی identification تھی لیکن آج ہندوستان نے کشمیر کی وہ حیثیت ختم کی ہے۔ جو نا صرف انسانی حقوق کی پامالی ہے بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی ہے، بلکہ انسانیت کی بھی۔ ان کی identification کو ختم کرنا ظلم و بربریت جس کی ہم پُر زور مذمت کرتے ہیں۔ جناب اسپیکر! اب جو صورتحال بن رہی ہے اس سے پہلے کشمیری شہید ہوتے تھے آواز کہیں اٹھتی تھی، کہیں نہیں اٹھتی تھی، احتجاج کہیں ہوتا تھا کہیں نہیں ہوتا تھا۔ اب صورتحال یہ ہے کہ کشمیریوں پر کلکسٹر بم استعمال ہو رہے ہیں۔ جو کشمیریوں کی نسل کشی کے مترادف ہے۔ اس لیے اس ظلم اور جبر کو اقوام متحدہ نے۔ اگر آج تک نوٹ نہیں کیا ہے تو اس ایوان کی توسط سے جناب اسپیکر! ہمارا مطالبہ ہوگا کہ اقوام متحدہ فوری طور پر intervene کرے، کشمیریوں پر جو ظلم ہوا ہے اس کا بھی نوٹس لیا جائے اور اب مستقبل میں ان کی نسل کشی کا پروگرام بنایا جا رہا ہے اس کا بھی نوٹس لیا جائے۔ تاکہ ایک بہت بڑے خطے میں آباد بہت بڑی قومی تباہی اور بربادی سے بچا جائے۔ جناب اسپیکر! یہ ظلم ماضی میں بھی ہوا ہے جب لاکھوں کے حساب سے یہودیوں کو تہ تیغ کیا گیا آج اگر اسی فارمولے کو اپنا کر کشمیری مسلمانوں کو اس طریقے سے نیست و نابود کرنے کی بات سوچی جائے تو یہ یقیناً تمام دنیا کے مسلمانوں کے لیے تمام دنیا کے انسانوں کے لیے ایک لمحہ فکریہ ہوگا۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ اقوام متحدہ فوری طور پر اس پر intervene کریں اور ساتھ ہی OIC جو مسلمان دنیا کی ایک تنظیم ہے اور مسلمان دنیا کی ایک ریاست کو دنیا سے نیست نابود کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں اس کے لیے آواز بلند کی جائے۔ اس لیے میں اس تحریک التوا کی

حمایت کرتے ہوئے یہ کہوں گا کہ انسانی حقوق کی پامالی ختم کی جائے۔ کشمیری اس بات کے قانوناً اخلاقاً حقدار ہیں کہ انہیں حق خود ارادیت دیا جائے یہ ان کا حق ہے اور اس حق کو دنیا کی کوئی طاقت چھین نہیں سکتی۔ یہ جیسا رہنا چاہیں یہ ان کا حق ہے، آزاد ریاست کے طور پر رہنا چاہیں یہ ان کا حق ہے اس لیے ہم یہ کہتے ہیں کہ ان کے vested right کو کسی بھی طریقے سے متاثر نہ کیا جائے۔ اقوام متحدہ کے حوالے سے میں یہ کہوں گا کہ قرارداد پاس ہوئے ہیں وہاں گزر گئی ہیں لیکن اب تک اس پر عملدرآمد نہیں ہوا ہے، اس لیے اقوام متحدہ کا فرض ہے کہ کشمیریوں کی حق خود ارادیت کے بارے میں جو قرارداد منظور ہوئی ہے اس پر فوری طور پر عملدرآمد کرایا جائے اور ساری دنیا کے انسانوں سے گزارش کروں گا کہ انسانی مسئلہ ہے کشمیریوں کی نسل کشی بند کی جائے اور انہیں خود ارادیت دی جائے تاکہ اس دور میں یہ کسی ظلم و جبر کا شکار نہ ہوں thank you

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی شکریہ جی سردار یار محمد رند صاحب۔

سردار یار محمد خان رند: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اِنَّا كُنَّا نَعْبُدُ وَاِنَّا كُنَّا نَسْتَعِينُ۔ جناب اسپیکر صاحب! آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا میں بھی اسی تحریک جو پیش ہوئی ہے تحریک التوا۔ اسی پر بات کرنا چاہتا ہوں اور اپنی پارٹی کا موقف دینا چاہتا ہوں جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ 1947ء سے یہ خطہ تقسیم ہو رہا تھا تو بد قسمتی سے ایک مسلمان اکثریتی علاقہ۔ جس کو ہم کشمیر بھی کہتے ہیں اور حیدرآباد دکن بھی تھا یہ ایسے علاقے تھے جہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی اور یہ اصول طے ہوا تھا کہ جس جس علاقوں میں جو جو قومیں بستیں ہیں ان کو یہ حق دیا جائے کہ وہ مسلم اکثریت علاقوں میں یا ہندو اکثریت علاقوں میں ہندوستان میں یا پاکستان میں شامل ہوں۔ کشمیر کیونکہ ایک اس کی geographical ایک حیثیت تھی اور بہت بڑا ایک علاقہ تھا اس کا حکمران ایک ہندو پنڈت تھا اور اس کی اکثریت جو تھی عوام کی وہ مسلمان تھی اور ان کی خواہش تھی کہ وہ پاکستان کا حصہ بنے اور یہی طے کیا گیا تھا اور ان کی اکثریت رائے سے جو بھی کشمیری فیصلہ کریں گے اس کو تسلیم کیا جائیگا اور یہ حق۔۔۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اذان ہو رہی ہے سردار صاحب۔

(خاموشی۔ اذان عصر)

جناب ڈپٹی اسپیکر: جزاک اللہ۔ جی سردار صاحب! آپ اپنی بات پوری کریں۔

سردار یار محمد خان رند: کہ وہ اپنی مرضی کا فیصلہ کر سکیں اور اس کو اقوام متحدہ نے بھی accept کیا اور وہاں ایک قرارداد پیش ہوئی۔ لیکن بد قسمتی سے آج تک اس پر عملدرآمد نہیں ہو سکا۔ اور آج جو ایک فیصلہ ہوا ہے جو آرٹیکل 370 انڈیا کے آرٹیکل آئین 370 کے تحت کشمیر کو ایک خصوصی حیثیت تھی، جو انڈیا کے کسی اور علاقے کو حاصل نہیں

تھی۔ بد قسمتی سے پوری دنیا میں ایک وقت جو مذہبی جنونیت نے پچھلے دو دہائیوں سے پوری دنیا میں ایک لہر آئی ہوئی ہے، اُس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے ہندومت کا سہارا لیا اور ہندو اکثریت کو اس طرف راغب کیا کہ وہ اس کو majority vote دیں اور ایک majority کی حکومت وہ بنا سکیں۔ وہ اس میں مودی صاحب کا میاب ہوئے اور ہندوستان کی اکثریت پارلیمنٹ ان کی جماعت ہو گئی ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ پوری دنیا کے اندر ہندوستانی جمہوریت کا ذکر کیا جاتا تھا اس کی جو خوبصورتی جمہوریت کی بات کی جاتی تھی انڈیا کے اندر پوری دنیا کی اندر۔ آج ان کا ایک حکمران جنونی ایک مذہبی وزیر اعظم مودی صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ کیونکہ خطے کا بہت بڑا ملک ہے اور بہت بڑی اس کی ایک قوت ہے اس خطے کی اندر اسکی ایک ارب سے زیادہ آبادی ہے تو اس کا سربراہ ایک مذہبی جنونی ہونے کا مقصد بد قسمتی اس خطے کی کہ آج اس نے یہ قدم اٹھایا ہے اور میرے خیال میں وہ اس خطے کو جنگ کی آگ میں جھونکنا چاہتا ہے۔ مگر ہمیں افسوس ہے کہ آج جس جمہوریت کی وہاں بات کی جاتی تھی آج اسی اسمبلی نے یہ قرارداد پاس کی ہے کہ کیا مولانا آزاد اور اُس جیسے مسلمان، ہندو جمہوریت پسند گاندھی کے ملک کے اندر آج وہ فیصلہ ہوا ہے جو اس خطے کو جنگ کی آگ کی طرف دھکیل رہا ہے۔ ایڈووکیٹ صاحب نے ابھی ذکر کیا کہ اللہ نہ کرے کہ اس خطے کے اندر اگر جنگ شروع ہوتی ہے تو دو ارب لوگ ایٹمی جنگ سے ختم ہو سکتے ہیں۔ مولانا صاحب! میں نے ایک دو آرٹیکل پڑھے مجھے تو اس کا زیادہ علم نہیں ہے اسمیں لکھا ہوا تھا کہ اتنے بڑے دو ایٹمی قوتیں ہیں اگر ان میں اللہ نہ کرے، اللہ نہ کرے اگر جنگ شروع ہو جائے تو پوری دنیا یہ گروہ ارض 7 دن کے اندر اندر تباہ ہو جائیگا تو پھر اس کشمیر کی حکمرانی کا نہ تو ہندوستان کو فائدہ پہنچے گا نہ پورے اس دنیا پر جو ایک اللہ نے ہمیں نوازا ہے کہ پوری دنیا اس تباہی کا سامنا کر سکتی ہے۔ تو ہمیں اس پر بڑی سنجیدگی کا مظاہرہ کرنا چاہیے جو پاکستان ہمیشہ کرتا آیا ہے۔ ایک ایٹمی قوت ہونے کے باوجود جو ہمیشہ ہندوستان ہمارے اوپر دہشتگردی مسلط کرتا آیا ہے ابھی میری رائے ہے اس اسمبلی کی کہ ایک قرارداد پاس ہونی چاہیے اقوام متحدہ کے نام پر۔ دنیا کے عالم اسلام کے نام پر کہ ایسے حالات کو defuse کیا جائے اس صورت حال کو جو شاید آج ہمیں تو زیادہ علم نہیں ہے ناں ہمیں بریف کیا گیا ہے نہ ہمیں بتایا جا رہا ہے ایسی صورتحال میں ہماری حکومت کو چاہیے تھا کہ صوبائی اسمبلیوں کا اجلاس اسپیشلی طور پر جیسے انہوں نے نیشنل اسمبلی کا اجلاس بلایا ہے دونوں ایوانوں کا اسی طرح چاروں صوبائی اسمبلیوں کو بھی بلا کر ایک بریفنگ دی جاتی ہمیں صورت حال سے جو موجودہ current situation ہے اس وقت دونوں ملکوں کے درمیان اس پر ہمیں بریف کیا جاتا۔ incamera اسمبلی کے اندر تاکہ ہم زیادہ بہتر اپنا opinion اور رائے دے سکتے جو آج نہیں کیا گیا ہے اس کو اس طرح کے حالات اللہ نہ کرے کہ آئندہ کبھی ہوں یا اس سے زیادہ سنگین صورت حال بنی تو ہمیں بھی

اعتماد میں لیا جائے نیشنل اسمبلی سینٹ ہمارے لیے بہت قابل عزت قابل احترام ہیں کیونکہ بہت بڑے ایوان ہیں ان کا حق ہے مگر یہ ہمارے بھی ہیں کہ صوبوں کو بھی اعتماد میں لیا جائے۔ اب آپ دیکھ لیں کہ 370 کے ختم کرنے سے کیا صورتحال ہے اس وقت خطے کی اندر۔ تو صوبوں کو بھی اپنے اعتماد میں لینا چاہیے اور میں یہ قرارداد جو ہمارے دوستوں نے پیش کی ہے اس میں پی ٹی آئی کے دوستوں کے بھی شامل کیا جائے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ایوان ایسی قرارداد پیش کرے اقوام متحدہ کی طرف ہماری یہ درخواست جائے یہاں سے اس ہاؤس کی طرف سے کہ جتنی جلدی ہو سکے اس مسئلے کو table کیا جائے دونوں ملکوں کو بلایا جائے اس خطے کے لوگوں کو اور امریکہ Russia جیسے سپر طاقتیں وہ اقوام متحدہ ان کو بلائیں ان کو بٹھائیں اور اس کے بعد کوئی ایسی نتیجے پر پہنچیں کہ یہ خطہ اس جنگ کی تباہی سے بچ سکیں بہت بہت شکریہ جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی شکریہ سردار صاحب۔ جی جناب فضل آغا صاحب۔

انجینئر سید محمد فضل آغا: شکریہ جناب اسپیکر! بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میں شکر گزار ہوں جان جمالی صاحب کا کہ بے خوف ہو کر انہوں نے قرارداد پیش کی۔ اور adjournment motion کو اسکی اور سردار صاحب کی خدمت میں گزارش ہے۔ سردار یار محمد صاحب کی خدمت میں کہ یہ پوری اسمبلی کا unanimously اتفاق رائے سے قرارداد ہو گئی ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ جناب والا! یہ ہماری اسمبلی کی تاریخ میں یاپاکستان کی تاریخ میں آج بہت اہم دن ہے۔ آج اس حالات میں کشمیری عوام یاپاکستان کے لوگ دوچار ہیں۔ وہ شاید 70 سالوں میں اس قسم کا دن نہیں آیا۔ یہ بہت ہی خطرناک موقع ہے۔ اور بہت ہی خطرناک move ہے۔ آج مفتی اور فاروق عبداللہ نے بھی یہ admit کیا ”کہ ہم غلطی پر تھے۔ ہم نے جو دو قومی نظریہ reject کیا تھا“ آج وہ مولوی صاحب نے ثابت کر دیا کہ دو قومی نظریہ بالکل صحیح تھا۔ اُس وقت قائد اعظمؒ نے اس پر آواز اٹھائی تھی۔ اور تمام مسلمانان ہند نے جب آواز اٹھائی تھی۔ تو آج وہ ثابت ہوا۔ آج ہندوستان کے منہ پر وہ سیکولر کا جو نقاب اُس نے پہنا ہوا تھا۔ وہ بھی اُس کا منہ کالا ہوا۔ اُس سیکولر والا نقاب اُس کا اٹھ گیا ہے۔ آج وہ صرف ہندوستان کی حکومت ہے۔ نہ انسانیت کی حکومت ہے۔ نہ معاشرے کی حکومت ہے۔ نہ وہاں تمام رہنے والے، بسنے والوں کی حکومت ہے۔ وہاں صرف اور صرف ہندوستان کے حوالے سے وہ کرنا چاہتے ہیں۔ جو کسی بھی حوالے سے انسانیت کے حق میں نہیں ہے۔ جناب والا! 1947ء کے حوالے سے ہمارے معزز اراکین نے بھی اُس پر بات کی ہے۔ جس وقت یہ سب کچھ ہوا۔ اور اُس میں بہت سارے ہمارے علاقے غصب ہوئے۔ بلکہ آدھی رات کو Red Cliff نے وہ جو، ہاؤس میں ڈراڈیکورم اگر یہ آپ کروائیں تو مہربانی ہوگی۔ جمالی صاحب نے خود ہی اس resolution

کو move کی ہے۔ اور جمالی صاحب کی میں توجہ چاہوں گا۔ انکی اپنی ہی resolution ہے۔ اگر وہ خود ہی ہاؤس میں serious نہیں ہوں گے تو پھر اس قرارداد کی اہمیت ختم ہو جائیگی۔ تو گزارش یہ ہے کہ اُس وقت جب بٹوارہ ہو رہا تھا۔ اُس وقت آدھی رات کو جو بات ہوئی تھی تقسیم ہندوستان کی۔ مشرقی پنجاب جس کیلئے آج سکھ رو رہے ہیں۔ یہ معاہدے میں پاکستان کا حصہ تھا۔ جس کا محترم غفار خان صاحب نے اپنے ایک کتاب میں بھی ذکر کیا ہے کہ اُنہوں نے ہم سے دھوکہ کیا ہے۔ یہ line اُنہوں نے آدھی رات کو Red Cliff میں change کر کے اس طرف کر دی۔ وہ راستے جو کشمیر کو کاٹ رہے تھے۔ اُن راستوں کو ہندوستان میں ڈالنے کیلئے وہ حصہ وہاں ڈال دیا۔ اُس وقت کے حکومت برطانیہ نے بھی غداری کی۔ ہم سے اُس وقت کے حکومت ہند نے بھی غداری کی۔ کشمیر کے حوالے سے وہاں کے سکھ سردار جو قابض تھا۔ جب اُنہوں نے زبردستی قبضہ کیا۔ جمالی صاحب نے وضاحت کی کہ وہاں پر لوگ گئے۔ اور جو ہوا وہ آپکے سامنے ہے۔ اُسکے بعد ان حالات سے گھبرا کے نہر فوراً پہنچ گئے اقوام متحدہ میں۔ اور یہ انکی ریکورڈ پر۔ اقوام متحدہ نے قراردادیں ایک نہیں چار، پانچ منظور ہوئیں۔ کہ یہ جنگ بندی کی جائے۔ گشت و خون کو روکا جائے۔ کشمیریوں کو حق خود ارادیت دیا جائیگا۔ وہ آزاد publisite ہوگا۔ United Nations کے یعنی انکی سپردگی میں ہوگا۔ کشمیری یہ decide کریں گے کہ کیا یہ پاکستان کا حصہ بنا چاہتے ہیں یا ہندوستان کا۔ یا وہ الگ رہنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ subject تو کشمیری ہے۔ پاکستان یا ہندوستان اُس پر subject نہیں ہیں۔ لیکن آج یہ United Nations کی جو تمام دُنیا کے حقوق کے تحفظ کے ذمہ دار ہیں۔ جن کا ہیڈ ماسٹر امریکہ ہے۔ اور اس وقت تمام یورپ اسکے قبضے میں ہے۔ اُس کے بعد سیکورٹی کونسل کی resolution ہے۔ پھر سیکورٹی کونسل بھی اس پر اب تک کامیاب نہیں ہوا۔ جہاں اس کام کے خلاف ہوتے۔ اس تیمور میں آپ نے انڈونیشیا میں دیکھا کہ اُنہوں نے کس طرح مسلمانوں کا گشت و خون کر کے مشرقی تیمور کو الگ کر کے وہاں ایک مذہبی طبقے کو الگ حکومت بنا کر دے دی۔ اسرائیل میں آپ نے دیکھا کہ اُنہوں نے زمینیں خرید کر آباد ہوئے۔ فلسطینیوں کو آپ نے اُس سرزمین سے بے گھر کیا۔ دَر بدر کیا۔ کشمیر کے حوالے سے اقوام متحدہ، سیکورٹی کونسل آپکی یہ جو مذاق کی OIC ہے۔ یہ جو بے مقصد غبارے میں ہوا بھری ہوئی ہے مسلمانوں کے۔ اُنہوں نے کیا کیا؟ پہلے تو یہ تہمت لگتی تھی کہ پاکستان اور اس کی ایجنسیز بارڈر کراس کر کر کشمیر میں تخریب کراتے ہیں۔ اب تو ہندوستان نے وہاں پوری fencing کر دی۔ durand line کو سیز فائر لائن میں تبدیل کر دی کچھ اور بھی اس سے ہمارے 71ء کی جنگ میں اُنہوں نے لے لیے۔ آج تو یہاں سے کوئی کراس بارڈر نہیں ہو رہا۔ یہ جو اندر کی ہے۔ یہ indigenous ہے۔ within the Kashmir ہے۔ کشمیری خود چاہتے ہیں۔ آئے

دن ساری دنیا اگر آنکھیں بند کریں بھی تو سورج کو تو چھپایا نہیں جاسکتا ہے۔ کشمیری جو شور مچا رہے ہیں۔ وہ سب دیکھ رہے ہیں کہ کشمیر بنے گا پاکستان۔ یہ ہندوستان کے دل پر مونگ ڈل رہے ہیں۔ برہان وانی کے بعد کشمیری خود اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ دنیا جہاں کی ظلم و بربریت کشمیریوں کی ہو رہی ہے۔ کسی بھی human rights کے حوالے سے کمیشنز ہیں۔ اُن پر کوئی توجہ نہیں دے رہا ہے۔ اُن میں pellet guns سے فائرنگ ہو رہی ہے۔ جو کارتوس، کہتے ہیں چھرے والی جو بندوقیں ہوتی ہیں۔ اُس میں سے بیس ہزار سے زیادہ کشمیری اندھے ہو گئے۔ ایک لاکھ دس ہزار سے زیادہ کشمیری شہید ہو گئے۔ وہ جو قبرستانیں ہیں، جن کی ابھی تک نشاندہی ہو رہی ہے، وہ الگ ہے۔ اور بیس ہزار سے زیادہ ہماری بہنوں کی عزت لُوٹی گئیں، ستر ہزار سے زیادہ مفلوج ہوئے ہیں۔ لیکن وہ اُس کو دبانہ سکے۔ لیکن اس پر United Nations، سیکورٹی کونسل اور OIC۔ یہ سب خاموش رہے، سوائے قرارداد کے۔ آمدن، گفتا، نشستاً، خُرداً، ورتاً۔ یہی کچھ کر رہے ہیں۔ اس میں سب سے بڑی کمزوری تو ہے۔ 56 اسلامی ممالک ہیں جو سب کو انہوں نے اس مصیبت سے دوچار کیا ہوا ہے۔ اور اس موقع پر آکر 370 اور 135 وَن کو Presidential Order کے ذریعے معطل کرنا۔ اور 35 سے 38 ہزار، مزید سات یا ساٹھے سات لاکھ کے اوپر افواج کو کشمیر میں move کرنا ہے۔ اور اُسکے بعد وہاں تمام یا تراسرا کیلئے گئے تھے ہندو۔ اُنکو واپس لانا۔ ایمر جنسی declare کرنا۔ خوف و ہراس کی فضا کو قائم کرنا۔ اسکا مقصد کیا ہے؟ اسکا مقصد یہ ہے کہ افغانستان کے امن کیلئے جو dialogues چل رہے ہیں۔ جو طالبان، روس، چین، امریکہ اور پاکستان کی وجہ سے ہو رہے ہیں۔ ہندوستان جس نے افغانستان کو اپنا بغل کا بچہ سمجھا تھا۔ وہ نکلتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ اب انہوں نے اس موقع پر اس فساد کو رچا کر وہ افغانستان میں اس آگ کو بجھانا بھی نہیں چاہتے۔ یہ ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہتے ہیں۔ افغانستان میں بھی وہاں امن بحال نہ ہو۔ اس خطے میں افراتفری ہو۔ کشمیریوں کا بھی خانہ خراب ہو۔ پاکستان کے کراس بارڈر پر آپ نے دیکھا پچھلے دو، تین دنوں سے کلسٹر بم پھینکے جا رہے ہیں۔ جو دنیا کی تمام قوانین میں، جنیوا convention میں اس کی ممانعت ہے اسکا رکھنا، اسکا استعمال کرنا۔ اسکا بنانا۔ اس سب پر پابندی ہے۔ یہ ظلم یا عراق میں ہوا تھا یا افغانستان میں ہوا تھا یا فلسطین میں ہوا تھا۔ کلسٹر بم ہوتا کیا ہے؟ کلسٹر ایک بڑا بم ہوتا ہے۔ جس میں چھوٹے چھوٹے بم کھلونوں کے رکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ جب وہ پھٹتا ہے تو وہ کھلونے پورے ایریا میں بکھر جاتے ہیں۔ پھر ہمارے بچے جب جاتے ہیں۔ اٹھتے ہیں۔ وہ پھٹتے ہیں۔ وہ اُسی وقت نہیں پھٹتا۔ اس طرح وہ ہماری تباہی کرنا چاہتے ہیں۔ اور ہم تھوڑی بہت ابھی عمران خان کا جو دورہ آیا۔ ٹرمپ کے منہ سے نکلا کہ مجھے مودی نے کہا کہ آپ تاشی کریں۔ جس پر ہندوستان نے آسمان کو سر پر اٹھایا کہ ہم نے یہ نہیں کہا۔ United Nations بن گئی۔

League of Nations۔ وہ آپکی interest کو۔ مسلمانوں کی interest کو کبھی بھی دفاع نہ کر رہی ہے، نہ کی ہے انہوں نے۔ سیکورٹی کونسل کی بھی یہی حالت ہے۔ یہ دو standards کیوں ہیں؟ اگر باقی دُنیا کیلئے ایک standard ہے۔ تو اسلام کے لیئے دوسرا standard وہ مذہب ہے جسکی عمری قانون یورپ سے لیکر اُن پر عمل کر کے وہ اپنی زندگی گزار رہے ہیں۔ اسلام کا وہ constitution ہے۔ جو خدا داد ہے۔ جو الٰہی ہے۔ جس میں پوری انسانیت کی دفاع ہے۔ لیکن یہ ہم پر مسلط یا capitalism کرنا چاہتے، یا کمیونزم کرنا چاہتے ہیں یا سیکولرزم کرنا چاہتے ہیں جس کا منہ ابھی ہندوستان میں کالا ہوا۔ یا سوشلزم کرنا چاہتے ہیں۔ مسلمان دُنیا کو چھوڑ کر پوری دُنیا کیلئے واحد رائے نجات قرآن اور سنت کا نفاذ ہے۔ دین کا نفاذ ہے۔ یہ بجا ہے کہ فضل آغا ایک اچھا مسلمان نہیں ہے۔ میں نے اپنے دین کے تمام قواعد کو اپنے اوپر لاگو نہیں کیا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہماری آئین اور قانون میں کوئی کمی ہے۔ یہ مجھ میں کمی ہے۔ مسلمانوں میں کمی ہے۔ ہمیں اس پر عمل کرنا چاہیے۔ یہ وقت آج اس کا متقاضی ہے کہ پاکستان کی حکومت پوری اسلامی دُنیا کو جھنجوڑے۔ یونائیٹڈ نیشنز کو جھنجوڑے سیکورٹی کونسل والوں کو جھنجوڑے۔ اپنی سفارت کاری تیز کریں۔ کیونکہ یہ جو آج کا لمحہ ہے۔ یہ بہت ہی خطرناک ہے۔ بہت سے لوگ ہمارے ایٹم بم کے خلاف تھے۔ کہ ایٹم بم نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن Thanks to all of them ڈاکٹر عد القدر سے لیکر ذوالفقار علی بھٹو تک۔ غلام اسحاق خان تک۔ جنو از شریف تک۔ جنہوں نے اس ایٹم بم پر کام کیا۔ اور آج آپکے ہاتھ میں ایٹم بم ہے۔ اگر یہ ایٹم بم نہ ہوتا تو یہ آپکو نیست و نابود کرتے۔ جناب اسپیکر! جب 71-1970ء میں ہماری جنگ تھی ہندوستان سے۔ 65ء یا اُس سے پہلے ہمیں انہوں نے tanks دیئے تھے۔ آپ اگر وہ کتاب پڑھ لیں۔ جو انکی لائبریریوں سے نکلا ہے۔ 1970ء میں امریکہ نے ہمیں منع کیا ہے کہ یہ tanks اور یہ اسلحہ ہم نے ہندوستان کے خلاف استعمال کرنے کیلئے نہیں دیا ہے۔ آپکے F-16 کے انہوں نے پیسے بھی روک لیئے۔ جہاز بھی روک لیئے۔ اور اُس کے پرزے بھی روک لیئے۔ ہمارے پاس اگر اسلحہ امریکہ ہمیں دیتا ہے۔ ہمارا تو ایک ہی دشمن ہے روز اول سے۔ وہ ہندوستان ہے۔ نہ افغانستان ہمارا دشمن ہے۔ نہ ایران ہمارا دشمن ہے۔ نہ کوئی اور ہمارا دشمن۔ لیکن اگر ہم وہ اسلحہ لیکر بھی اُس کے خلاف نہیں استعمال کریں۔ تو ہم کہاں جاسکتے ہیں؟۔ آج بھی آپ یہ یقین کر لیں تو ایک تو قرآن سے جنگ ہے۔ اللہ جل شانہ نے حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہود اور نصاریٰ آپکے دوست اور ہمدرد نہیں ہو سکتے۔ آپ اُن سے کاروبار تو کر سکتے ہیں۔ لیکن دین تو کر سکتے ہیں۔ لیکن وہ صحیح مسلمان اور اُس معاہدے کے تحت۔ لیکن اُن پر ہمدرد کا یہ سوچ کبھی نہیں کریں، ستر سال میں جب

جناب ڈپٹی اسپیکر: آغا صاحب! بات کو مختصر کر لیں۔

انجینئر سید محمد فضل آغا: 70 سال میں جب 1971ء میں، میری گزارش آپ سن لیں بہت ہی اہم ہے اور یہ history ہے، سب کو پتہ ہونا چاہیے۔ اور مجھے کوئی شوق نہیں ہے۔ لیکن یہ بہت اہم ہے۔ میں آپ سے گزارش کروں گا۔ اس سے important آج کوئی کارروائی نہیں ہے پاکستان کی۔ جناب اسپیکر! 1970ء میں جب مکتی باہنی سے مل کر ہندوستان نے اپنے فوجی اندر بھجوائی آپ کو دولت کیا۔ مودی نے وہ بانگ دھل ڈھا کہ نے اُس کو ماننا کہ میں نے ایسا کرایا ہے۔ جب 7th fleet move ہوئی تھی امریکہ کی آپ کے مدد کیلئے کہ وہ آئی ہے action میں کبھی اُنہوں نے آپ کی مدد نہیں کی۔ اُنہوں نے آپ پر تمام قدغن لگائی کہ آپ نیوکلیئر بم نہ بناؤ۔ آج اگر آپ کے پاس نیوکلیئر بم نہ ہوتا تو ہندوستان آپ کو ہستی سے مٹا دیتا۔ یہ خدا کا بہت بڑا احسان ہے conventional weapon سے ہم ایک اور چھ کے ریشو میں ہمارے ان تمام غیور افواج جو کہ اپنی جان کی بازی دے کے لڑ رہے ہیں، اُن کے باوجود بھی اس conventional weapon سے ہم ہندوستان کا مقابلہ کیسے کرتے اگر ہمارے پاس یہ deterrent نہیں ہوتا۔ آج اس بات کا خطرہ ہے اگر ہندوستان بزور بازو جو کہ ہر لحاظ سے ہم سے چھ گنا بڑا ہے، سب کچھ مانتے ہیں لیکن ہم غریب اور چھوٹے ضرور ہیں مگر بے غیرت نہیں ہیں۔ آپ نے دیکھا کہ ایک چراغِ مدینہ میں جلا محمد ﷺ کی پوری دنیا میں پھیلا دیا۔ مسلمان کے دل میں اگر کلمہ روشن ہو، تو غیرت اسلامی ہو تو کوئی آپ کو شکست نہیں دے سکتا ہے۔ تو آج ہم پر کوئی ظلم و ستم کریگا، ہم پر، وہ کل بھی آپ نے declaration دیکھی ہوگی جو سیکورٹی کونسل کی ہماری ہوئی ہے وہ کسی طرف بھی اس سے گریز نہیں کریگا۔ لیکن اس طرف سے جانے سے پہلے یہ جس طرح صحیح فرمایا گیا کہ اس خطے کو نہیں بلکہ پوری دنیا کو اپنی پلیٹ میں لے گا۔ پھر کسی کی خیر نہیں ہوگی۔ تو مجھے اپنی گورنمنٹ سے گزارش ہے، سفارتخانوں سے گزارش ہے، 70 سال سفارتخانوں میں بیٹھ کے بہت اُنہوں نے عیاشیاں کر دی۔ بہت اُنہوں نے گرین کارڈ بنوائی۔ بہت ہی اُنہوں نے اپنے بچوں کو پڑھو الیا اب خدا کیلئے کچھ خوف، عوام 22 کروڑ کی اور وہ جو مسلمان ہندوستان میں رہتے ہیں اُن کی خاطر آپ کچھ غیرت جگائیں اور سفارتکاری تیز کریں اور دنیا کو یہ باور کرائیں، کلمھوشن آپ کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے، دو آپ نے مزید گجرات اور ڈیرہ غازی خان میں اور اُن کے جاسوس پکڑ لئے ہیں۔ ہندوستان آپ کو کھوکھلا کر ناچا ہتا ہے، ایران اور افغانستان کے راستوں سے۔ اب ہمارے قوم کو ایک سیسہ پلائی دیوار کی طرح ہمارے سیکورٹی فورسز اور موجودہ حکومت کی جو خارجہ پالیسی ہے ہمیں پوائنٹ سکورنگ کا وقت نہیں ہے اس وقت ملک کے سر پر ایک بہت بڑی بلاناہل ہوئی ہے ہم سب کو مل کے اس کیلئے جدوجہد کرنی چاہیے۔ یہ بہت ہی سنجیدہ بات ہے یہ اس قسم کی بات نہیں ہے کہ ہم

چائیکینی ہوٹلوں پر گپ شپ لگاتے رہیں۔ اس پر بڑا دکھ ہے میں نے اس لئے آپ سے گزارش کی کہ مجھے ٹائم دے دیں اور امید ہے کہ ہماری موجود حکومت، سفارت کار، سیاسی جوہارے لوگ ہیں ہمارے قلم کار، ہمارے ٹی وی کے اینکرز ہیں جتنے بھی لوگ ہیں ہمارے جو collective responsibility ہیں کہ ہم، جس طرح اُن میں ہندو اتا کی غیرت ہے، ہماری مسلمانوں کی غیرت جو ہے وہ سو گئی ہے بہت ہی افسوس کی بات ہے اور آج اگر ہم نے اس وقت جاگ کے ایک قوم کی حیثیت سے، مسلمان کی حیثیت سے یہ اپنے غیرت کا تقاضہ پورا نہیں کیا یہ افغانستان میں بھی تباہی ختم کرنا نہیں چاہتے ہیں یہ پاکستان کو بھی ختم کرنا چاہتے ہیں اور یہ ایران کو بھی تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ کسی بھی مسلمان ملک کے دوست نہیں ہیں، اس وقت نشان پر ہم ہیں، اس لئے کہ ہماری حیثیت اس خطے میں بہت اہم ہے یہ ساری دنیا نے اس کو مان لیا۔ تو جس طرح وہ جمالی صاحب تشریف لے گئے یا بیٹھے ہوئے ہیں تو اس قرارداد کو adopt کرنے کے بعد آپ سے اور آپ کے سیکرٹریٹ سے گزارش ہے کہ فی الفور اس کو نیشنل اسمبلی سیکرٹریٹ، سینٹ سیکرٹریٹ اور پرائم منسٹر سیکرٹریٹ اور وزارت خارجہ کو بھجوائی جائے۔ اس کے ساتھ ہی میں آپ کا مشکور ہوں اور گیلری کا بھی اور اپنے ساتھیوں کا بھی بہت بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ جی آپ بات کریں۔ جی جی آپ کی بات مختصر ہے۔

جناب مکھی شام لعل: جی جی۔ شکریہ۔ آغا صاحب نے بہت ہی تفصیل سے بات کر دی ہے، میں اُنکا شکر گزار ہوں۔ عرض یہ ہے کہ بھارت نے کشمیر میں آرٹیکل 370 مطلب نافذ کر کے بہت بڑی زیادتی کی ہے۔ یہ ہمیشہ بھارت کا ایک دوسرا چہرہ ہے دیکھنے میں سب کو نظر آتا ہے کہ کشمیریوں کے ساتھ جو زیادتی ہو رہی ہے وہاں ہماری مائیں، بہنیں جس طرح اُن پر ظلم ہو رہے ہیں وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔ میں اس قرارداد کی پرزور حمایت کرتا ہوں اور پاک فوج کو یقین دلاتا ہوں کہ کبھی بھی ایسا وقت آیا نہیں اُنکو یہ ہماری جو minority ہے انشاء اللہ ہر ٹائم پر، ہر موڑ پر پاکستان کے ساتھ رہے گی۔ اور مجھے توقع ہے کہ ہماری بہادر فوج اس جارحیت کا بھرپور جواب دے گی اور ہم انشاء اللہ ان کے ساتھ ہیں ہر موڑ پر اور بھارت کو منہ کی کھانی پڑے گی۔ بڑی مہربانی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی، شکریہ۔ بلیدی صاحب۔

وزیر خزانہ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ شکریہ جناب اسپیکر! آج جو قرارداد کشمیر کے حوالے سے آئی ہوئی ہے، کشمیر کا جب نام لیتے ہیں تو پوری دنیا میں تو ہر انسان کے ذہن میں ظلم و بربریت، عصمت دری، دہشتگردی اور اس طرح کی چیزیں آجاتی ہیں۔ کشمیر کے بارے میں ہمارے دوستوں نے کافی بات کی جب پاکستان اور انڈیا معرض وجود میں آئے تو اُس وقت کوئی 650 سے اوپر State تھے۔ جن کو برٹش راج نے یہ کہا ہوا تھا کہ آیا وہ پاکستان کے

ساتھ مل جائیں یا انڈیا کے سات۔ تو کشمیر بد قسمتی سے، کشمیر کی جو آبادی تھی وہ مسلمان کی اکثریت تھی، اور ان کے لوگوں کی رائے یہ تھی کہ وہ پاکستان کے ساتھ شمولیت اختیار کریں گے لیکن کشمیر کا جو مہاراجہ ہری سنگھ تھا جو اُس کا حکمران تھا وہ اُس وقت نیوٹرل رہنا چاہ رہا تھا۔ جب ہمارے غیر قبائلوں نے کشمیری عوام کی خواہشات کے عین مطابق جب وہاں گئے تو 26 اکتوبر کو مہاراجہ ہری سنگھ نے انڈین فوج کو دعوت دی۔ اور انڈیا نے اپنی فوجیں کشمیر بھیج دیں۔ وہاں کشمیریوں کی قتل عام، وہاں کے عورتوں کی عصمت دری، بچوں کو یتیم بنانا، عورتوں کو بیوہ بنانا، 70 سالوں سے جاری ہے۔ پھر پاکستان اور انڈیا کے درمیان جنگ چھڑی۔ 13 اگست کو اقوام متحدہ نے ایک قرارداد پیش کی کہ یہ جو کشمیر کا خطہ ہے اس میں لوگوں کی رائے پوچھ کر اس کو پاکستان کے ساتھ شامل کیا جائیگا یا بھارت کے ساتھ۔ اور اس کو plebiscite اقوام متحدہ کے زیر نگرانی میں ہوگی۔ اُس دن سے لیکر آج تک اقوام متحدہ کی اپنی سیکورٹی کونسل کی جو قرارداد ہے، ابھی تک اُس پر implement نہیں ہو رہی ہے۔ اور بد قسمتی سے دنیا نے بھی کشمیر پر اپنی آنکھیں بند کی ہوئی ہے۔ اس تیمور پر plebiscite ہو سکتا ہے۔ باقی دنیا کی جگہوں پر plebiscite ہو سکتا ہے۔ لیکن جہاں اقوام متحدہ کی قرارداد جو اُس نے پاس کی ہوئی ہے، اُدھر plebiscite ممکن نہیں ہے۔ اور جو 1957ء میں بھارت نے اقوام متحدہ کی قرارداد کو پاؤں تلے روندھا اور کشمیر کو اپنے ساتھ شامل کیا۔ لیکن ایک بات ہوئی تھی کہ کشمیر میں جو Act. 370 کے مطابق وہاں کوئی بغیر کشمیری یعنی بھارتی یا کوئی اور قوم یا فرد زمین نہیں خرید سکتا۔ کشمیر کو ایک special status دیا ہوا تھا۔ لیکن جو ابھی بھارتی سرکار ہے، جس کو اپنے صوبے میں جو وزیر اعلیٰ تھے Butcher of وہاں، اُس نے خون ریزی کی تھی۔ اُس بات پر USA نے اُس کو بڑھ دینے سے refuse کر دیا تھا نریندر مودی کو۔ کہ یہ قاتل ہے۔ اور اس کی سرپرستی میں اُس صوبے میں قتل عام ہوا تھا۔ اور اُس نے دن دیہاڑے پوری دنیا نے یہ دیکھا کہ وہ ایک مذہب کے لوگوں کی پشت پناہی کر رہا تھا۔ اُن کو اشتعال دے رہا تھا کہ وہ جو ہے مسلمانوں کا قتل عام کریں۔ لیکن آج اُس نے وہ status through لوک سبھا واپس لی۔ جو انتہائی قابل مذمت بات ہے۔ اس کو ناں صرف کشمیری عوام کے ساتھ ایک زیادتی ہے بلکہ پورے مسلم اقوام کے ساتھ پوری مسلم قوم کے ساتھ ایک نا انصافی ہے۔ دنیا کو پتہ ہے کہ کشمیر ایک تنازعہ جگہ ہے اور اقوام متحدہ کے قرارداد کے مطابق اُس میں right for self determination plebiscite ہونا ہے۔ اور اُس نے پوری دنیا، اقوام متحدہ، سب کی قراردادوں کو کشمیریوں کے خواہشات کو کچل دیا۔ اور آج 370 آرٹیکل repeal ہوگئی۔ تو میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ یہ قرارداد جو آئی ہے اس کو پوری اسمبلی کا مشترکہ قرارداد کی شکل میں منظور کریں اور اس کو بلوچستان کے عوام کی طرف سے، بلوچستان کے اسمبلی کی طرف سے، کشمیریوں کے لئے اظہارِ بیعتی ہے اور ہندوستان

نے جو یہ حرکت کی ہے اُس کے خلاف یہ قرارداد بلوچستان کے عوام کی طرف سے ایک مذمتی قرارداد ہے، پاس کیا جائے۔ شکر یہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ بلیدی صاحب۔ یہ تحریک التوا ہے یہ قرارداد نہیں ہے۔

وزیر کھیل و ثقافت: سر! اجازت ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی جی بات کریں تھوڑا مختصر کریں تاکہ اور بھی اراکین اسمبلی بات کر سکیں۔

وزیر کھیل و ثقافت: کاش! آپ آغا صاحب کے ٹائم یہ بول لیتے تو بہتر ہوتا۔ اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ سب سے پہلے میں ہمارے MPA خیبر پختونخوا کے، عوامی نیشنل پارٹی کے صلاح الدین صاحب کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ جناب اسپیکر! تحریک التوا کے حوالے سے یقینی طور پر ہر مظلوم انسان، ہر مظلوم قوم جنہوں نے تشدد، دہشتگردی دیکھا ہے، وہ یقینی طور پر اس کی مذمت کرتا ہے اور سابقہ کئی سالوں سے جس طریقے سے کشمیر میں 70 سالوں سے جس طریقے سے بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی ہو رہی ہے اور جس طریقے سے یہاں پر ceasefire کے خلاف ورزی ہو رہی ہے Geneva Convention کی خلاف ورزی ہے اور جس طریقے سے یہاں ظلم و بربریت و وحشت اور سفاکیت کا بازار گرم کیا ہوا ہے یقینی طور پر ہم سب اس خطہ کے سارے عوام کے لئے قابل افسوس بھی ہے اور ہم اس کی الفاظ میں مذمت بھی کرتے ہیں۔ دُکھ کی بات ہے کہ جس طرح ساتھیوں نے کہا کہ Article 370 کے تحت اور آرٹیکل 35A کے تحت جو کشمیریوں کو خصوصی حیثیت حاصل تھی آج American کی ثالثی کے بعد Donald Trump کی ثالثی کے بعد جس طریقے سے کوشش کی جا رہی ہے کہ 35A کو ختم کیا جائے اور خصوصی طور پر بالکل اسرائیل کی طرز پر جس طرح سے وہاں فلسطینیوں کو بے وطن کیا گیا، آج یہ مذموم کوشش جاری ہے کہ کشمیریوں کو اقلیت میں تبدیل کر کے وہاں غیر مسلم مسلمانوں کو آباد کر کے اور ان کی حیثیت کو سوالیہ نشان بنا دیں ناں صرف سوالیہ نشان بنا دیں بلکہ ختم ہونے والی دشمنیاں پیدا کر دیں وہاں کے رہنے والوں کو غیر مسلموں کو آباد کر کے ایک civil war ایک خانہ جنگی کی کیفیت پیدا کریں اور ایک دُور رس نتائج کا حامل جو ہے وہ اپنی مفادات حاصل کر سکے۔ اس لئے انڈیا کے حوالے سے میں نے پہلے بھی کہا تھا اس فلور پر بھی کہا تھا کہ جس جنونی کو لایا ہوا ہے اور جس جنونیت سے ہے مودی سرکار اس خطے میں امن و امان کو تباہ و برباد کرنے کی ناکام سازش کر رہا ہے یقینی طور پر اب یہ انڈیا کے عوام کیلئے بھی سوچنا ہوگا اور ہمیں بھی سوچنا ہوگا یہاں کے جتنے بھی خطے جتنے بھی ممالک ہیں انکو سوچنا ہوگا۔ کہ اس خطے کو کس طرح سے de-stable کرنے کی سازش ہو رہی ہے اس خطے کو کس طرف سے خون آلود خطے کی طرف لے جانے کی مذموم کوشش کی جا رہی ہے لیکن ہمارے اوپر بھی ہے کہ ہم

کیا کرنا چاہتے ہیں؟ ہم بحیثیتِ پاکستانی ہمیں کیا کرنا چاہیے اور ہماری کیا ذمہ داریاں ہیں؟ ہمارے دوستوں نے بھی کہا، دوست نے کہا کہ یہاں کشمیریوں کی آزادی یا فلاناں، میں تو یہ کہتا ہوں کہ کشمیریوں کو اُن کی حق خود ارادیت دی جائے اور اُن کو اُن کی اپنی خواہش پر چھوڑا جائے کہ وہ جہاں بھی اگر وہ پاکستان کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو ہمیں کیا ہے اُس سے بالکل کشمیریوں کو اگر پاکستان کے ساتھ الحاق کرنا چاہتے ہیں وہ آزادی ہم اُنکے ساتھ وہ چاہتے ہیں کہ وہ کم از کم اپنی آزادی کو خود نبھادیں اور خود اپنی مرضی سے جہاں بھی جائیں وہ اگر پاکستان کے ساتھ الحاق کرنا چاہتے ہیں الحاق کریں لیکن بحیثیتِ مسلم، بحیثیتِ ہمسایہ ملک، بحیثیتِ مسلمان جب ہم نے یہ وعدہ کیا ہے کہ ہم اُن کی ہر سطح پر اخلاقی اور سیاسی support جاری کریں گے تو آج ہمارے اندر بھی جو ہے وہ ہمارے خلاف مطلب Cluster Bomb بھی ہمارے خلاف بھی استعمال ہو رہا ہے۔ ہماری بارڈر کی خلاف ورزی ہو رہی ہے تو اس لئے مطلب وہ جس جنونیت کا وہ اظہار کر رہا ہے ہم اُن کے سامنے مطلب کس طرح ہمیں جواب دینا چاہیے؟ میری گزارش ہے ہر اُس شخص سے ہر اُس پارٹی سے ہے کہ چاہیے اُنکو تعلق کسی بھی پارٹی سے ہے اپوزیشن سے ہو، ہم نے اپنی اختلافات جتنے بھی ہمارے ہیں سیاسی اختلافات ہیں اندر کے اختلافات ہیں ہمیں اس کو بالائے طاق رکھ کر ایک قوم کی حیثیت سے ہمیں آج دُنیا کو یہ باور کرانا ہے اور بین الاقوامی سطح پر اپنے کیس کو مضبوط کرنا ہے اور دنیا کو بین الاقوامی قوتوں کو جو ہے اس ظلم و جبر اور بربریت اور اُنکی جنونیت کی طرف مائل کرنا ہے اور ان کو قائل کرنا ہے کہ اس خطے کو destabilize کرنے کیلئے انڈیا ایک مذموم سازش کر رہا ہے جن کے اثرات نہ صرف اس خطے پر

پڑے گا بلکہ پوری دنیا پر پڑے گا۔ Thank you very much۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ عبدالحق ہزارہ صاحب۔ جی ثناء اللہ بلوچ صاحب۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ جناب اسپیکر! دوستوں نے بہت تفصیل سے اس تحریک التواپراظہار خیال کیا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ سے مختصر سی ریکورڈنگ ہے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: میں اسی لئے بالکل مختصراً میں اور باقی جو باتیں تھیں فضل صاحب نے، عبدالحق

صاحب نے، ظہور صاحب نے، ہمارے دیگر دوستوں نے یہاں، نصر اللہ زیرے صاحب نے بات کی ہے۔

جناب والا! جہاں تک بات کشمیر کی ہے ہم نے ہمیشہ محکوم و مظلوم اقوام کی حق خود ارادیت کی حمایت آج سے نہیں بلکہ

40،45 سال قبل ہم قومیت خود ارادیت کے داعی جماعتوں میں سے رہے ہیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہر محکوم اور مظلوم

قوم جو معاشی معاشرتی اور آبادی کے اعتبار سے اُس کو خطرات لاحق ہیں اُن کو آئینی تحفظات دینے چاہیے اور یہ پوری

دنیا میں صرف ہندوستان وہ ملک نہیں ہے کہ جس نے اپنے آئین کے اندر آرٹیکل 370 یا Article 35(A) کو introduce کروایا، بلکہ ہندوستان میں جب قانون سازی اور آئین سازی کا عمل شروع ہو رہا تھا تو انہوں نے ان تمام چیزوں کو باقی دنیا سے borrow کیا۔ دنیا میں ایسی جگہیں بھی ہیں جہاں ایک ہی مذہب کی اور ایک ہی قوم کے لوگ آباد ہیں لیکن وہاں Constitution میں اس طرح کے provisions ہیں تاکہ علاقوں کی demography کو ان کی آبادی کو ان کے وسائل کو اور ان کے دیگر چیزوں کا تحفظ دیا جاسکے۔ ہندوستان کے آئین میں جو یہ Article تھا، خصوصاً Article 370 اور 35A یہ 370 اُس کو Special Status دیتا ہے یہ، یہ ensure نہیں کرتا بلکہ 35A جو Indian Constitution کے اندر Article ہے۔ وہ Special Resident Permit کا جو ہے کہ یہ اختیار کشمیر کی جو حکومت کو دیا گیا تھا State کی کہ وہ کن لوگوں کو اپنے ہاں انتقال آبادی کے جو ہے اختیار دیتا ہے کبھی اور جگہ سے آنے دیتا ہے۔ یہ دو مختلف Articles ہیں اور یہ آج دونوں revoke ہوئے ہیں، آج ان دونوں آرٹیکلز کو جو ہے Indian Constitution سے نکال دیا گیا ہے اور اس پر باقاعدہ President نے sign بھی کر دی ہے۔ ہمارا بحیثیت Legislators کے ہماری ذمہ داری کیا ہے؟ تو میں جذبات کی بنیاد پر آگے نہیں بڑھتیں اس وقت خطے میں جو صورت حال ہے کشمیر کی وجہ سے ہے یا خطے میں افغانستان ہمارے سامنے ہے ایران اور بحر عرب پر بحر بلوچ پر جنگ کے بادل منڈلا رہے ہیں اگر ہمارے East میں بھی اس وقت جنگ کے بادل منڈلا رہے ہیں پولیٹیکل لیڈرشپ کا کام یہ ہے کہ وہ ان تمام معاملات کو بڑی سنجیدگی سے ان معاملات کو زیر بحث لائے کل مشترکہ اجلاس ہو رہا ہے Parliament کا اور ہمیں یہ قوی امید ہے کہ جو ایک National Perspective ہے ایک قومی بیانیہ ہے پاکستان کا وہ کل کی پارلیمنٹ سے ہی آئے گا۔ ہماری رائے یہ ہے کہ جو Constitution میں جو Article دونوں revoke ہوئے ہیں یا ختم کیے گئے ہیں یہ ایک جمہوری طریقے سے نہیں ہوئے ہیں دنیا میں Constitution میں Article ڈالے جاتے ہیں Article نکالے جاتے ہیں لیکن دنیا کے اندر ایک جمہوری ملک اور بالخصوص بھارت جیسے ملک کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ Constitution کے اندر Amendments without democratic participation کے کریں۔ اُس میں عوام کی رائے اور مرضی شامل ہونی چاہیے۔ Article 370 کے تحت 6 چیزوں کا اختیار جموں کشمیر کے ریاست کو حاصل ہے، مقبوضہ کشمیر جسے کہتے ہیں، وہ یہ ہے کہ نمبر 1 Article 370 خود اس کو unilaterally یعنی یکطرفہ طور پر ہندوستان کی یا وفاق کی، یونین کی حکومت جو ہے وہ اس کو تبدیل یا ختم نہیں کر سکتی اس کے لئے اُس کو State کی اسمبلی سے جس طرح بلوچستان کی ہماری اسمبلی ہے اسی طرح

کشمیر کی وہاں کی legislative اسمبلی سے یہ recommendation یا یہ approval اس کی ضرورت ہے۔ تو یہ ایک تو یہ ویسے ہی Internationally and Nationally Constitutional norms کے خلاف ہے جو اُس نے کیا ہے۔ 5 اور ایسے Special Status Article 370 under اُس کو دیئے گئے ہیں جس میں کشمیر کی خصوصی کہ جی یونین کا جو ہندوستان کا آئین ہے وہ صرف تین areas میں Currency, Defence اور foreign affairs میں جو ہے وہ مداخلت کر سکتا ہے یا قانون سازی کر سکتا ہے باقی معاملات میں وہ کشمیر کے حوالے سے آئین سازی اور قانون سازی نہیں کر سکتے ہیں۔ تو Article 35 یہ ہے۔ کیوں کہ ہم personally سمجھتے ہیں کشمیر میں جب یہ Article متعارف کروایا گیا تو اُس کی وجوہات ہیں ہندوستان کی آبادی اس وقت ایک ارب 35 کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ اور مقبوضہ کشمیر جو 2 لاکھ 22 ہزار square Killometer پر مشتمل ہے اُس کی آبادی بلوچستان جتنی ہے۔ یعنی 1 کروڑ 20 لاکھ کی قریب اُس کی آبادی ہے۔ جب ایک ارب 33 کروڑ یا 35 کروڑ کی عوام کو آپ اجازت دے دینا Article 35(a) کو آپ revoke کر کے تو اس کا مطلب یہ کہ ہندوستان میں اتنا پیسہ ہے اتنی دولت ہے اور اتنی accessibility ہے اتنا support ہے کہ وہ آنے والے پانچ سے چھ سال میں کشمیر کی ساری ہیئت، اُس کی آبادی کی ہیئت، اُس کا structure، اُس کی language اُس کا culture اُس کے resources اُن کی economy سب چیز پر اُنکی dominance آئیگی، یہ چیزیں سمجھنے کی ہیں۔ اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ کسی بھی محکوم قوم کو جب وہ کسی ریاست میں ہوتا ہے تو وہاں رشتہ خون کا نہیں ہوتا وہاں رشتہ مذہب کا نہیں ہوتا، وہاں رشتہ قدر اور کاٹھ کا نہیں ہوتا، وہاں رشتہ دولت کا نہیں ہوتا، یہاں جب modern nations میں یا جدید مملکت اور ریاستوں میں اقوام کے درمیان انسانوں کے مابین جو رشتہ ہے وہ آئین کا رشتہ ہے تو آج ہندوستان نے جو آئینی رشتے کو کمزور کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ ہندوستان کی اپنی یونین کیلئے ہندوستان کی اپنی سیاست کیلئے اُس کی اپنی جمہوریت کیلئے ایک اچھی سوچ نہیں ہے۔ ہندوستان کو چاہیے کہ وہ اپنی جو جمہوری اُس کا اگر نام ہے وہ جو ایک آباؤ اجداد نے وہاں فیصلہ کیا 370, 35(a) اُسکو دوبارہ سے آئین کے اندر شامل کریں۔ politicise کریں کشمیریوں سے اُنکی حق پوچھیں اگر کشمیر حق خود رادیت کے تحت آزاد رہنا چاہتے ہیں ہندوستان کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں پاکستان کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں یہ اختیار کشمیری عوام کو ملنا چاہیے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ خطے میں بالخصوص جتنے بھی تنازعات ہیں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری پاکستان کی بھی جو leadership ہے اُس کو بہت زیادہ جذباتی، بہت زیادہ لاؤ لوشکر کے جوش میں نہیں آنا چاہیے۔ یہ politics ہے آپ کی جو constitutional

amendments ہوئیں ہیں اس کو Nationally, Internationally میں بھی challenge کیا جاسکتا ہے being a Constitutional Expert ہے جو کی ہے اس کو میں خود سمجھتا ہوں آج آپ مجھ سے لکھ کے لیں ہندوستان کے اندر بڑے اچھے Constitutional Experts پڑے ہیں بڑے اچھے انسان دوست لوگ پڑے ہیں بڑے اچھے محکوم اقوام کے دوست پڑے ہوئے ہیں یہ مجھے لگتا ہے کہ کل پرسوں جو ہے اُنکی Supreme Court میں Challenge ہو جائیگا اور وہاں اس کو Stay-Order مل جائیگا۔ لہذا ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا فرض یہ ہے کہ بحیثیت political representatives کے ہم کسی خطہ میں جنگ نہیں چاہتے ہیں بلوچستان سب سے زیادہ جنگ زدہ علاقہ ہے سونے تانبے، چاندی، گیس کو نکل سب چیزوں کے باوجود آج ہمارے بچے اگر نان شینینے کے محتاج ہیں افغانستان کی جنگ کی وجہ سے، جنگی پالیسیوں کی وجہ سے ہیں، جنگی سوچ کی وجہ سے ہیں۔ یہ جنگی سوچوں کو کسی طریقے سے اس پورے حالات میں کسی نے اُبھارنے کی کوشش کی تو اس کا خمیازہ اُن لوگوں کو بھی بھگتنا پڑے گا جو براہ راست جنگ سے متاثر ہوں گے اور ہم جیسے لوگ بھی یقیناً جنگی علاقوں لیکن غربت و افلاس، بھوک، جہالت یہ بھی ہماری قسمت پر آئیگی۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ جنوبی ایشیا کو اس وقت سنجیدگی کی معاملات کو دورانِ اندیشی سے سمجھنے کی ضرورت ہے اور یہ جو constitutional issues ہیں حکومت پاکستان اپنی اچھی سفارتکاری Political diplomacy اور foreign diplomacy کے ذریعے سے ان تمام چیزوں کو handle کر سکتا ہے اور ہم ہندوستان کی اس عمل کی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہیں اور کشمیری عوام کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کرتے ہیں شکر یہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ ثناء بلوچ صاحب۔ جی زمر خان اچکزئی صاحب۔

انجینئر زمر خان اچکزئی (وزیر محکمہ زراعت و کوآپریٹو): بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکر یہ جناب اسپیکر صاحب! آج جو تحریک التوا نمبر 3 پیش ہوئی ہے جان محمد جمالی صاحب کی طرف سے۔ حقیقت میں ہمیں میں سوچنا چاہیے کہ اگر ہم نے تاریخ پر جانا ہے، اُسکو دیکھنا ہے کہ کیا کیا ہوا۔ ٹھیک ہے ابھی تو بہت لمبی تقریریں بھی ہوئیں سب نے تاریخ کی تناظر میں بتایا بھی کہ پاکستان کے آزادی کے وقت کیا ہوا لیکن ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ آج اس دن کے وقت سے ہم نے کیا کرنا ہے ہماری اسمبلی کیا کیا role-play کر سکتی ہے کہ ہم نے اس جنگ کو کس طرح روکنا ہے؟ یہ تو ٹھیک ہے کہ جب پاکستان آزاد ہوا اُس وقت سے یہ اہم issues ہیں کشمیر کے جو اُس وقت سے چل رہے ہیں۔ اس میں پتہ نہیں لاکھوں لوگ مر گئے ہیں شہید ہوئے ہیں، بچے یتیم ہو گئے ہیں عورتیں بیوہ ہو گئی ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ جو مسئلہ ہے وہ روز بروز بڑھ رہا ہے حل نہیں ہو رہا ہے حل کی طرف نہیں گیا ابھی تک۔ آج جو آرٹیکل

نمبر 370 جو صدر اترتی حکم کے تحت ثناء صاحب نے تفصیلی بات کی کہ ختم ہونا نہیں ہونا چاہیے تھا۔ آرٹیکلز جب بنتے ہیں تو اسمبلی کے through بنتے ہیں اور جب ختم ہوتے تو اسمبلی کے through ختم ہوتے ہیں۔ لیکن کشمیر کے مسئلے کو آپ نے اگر دیکھا تو اُس وقت جب آزاد ہوا پاکستان، تو اُس پاکستان آرمی نہیں تھی۔ اُس وقت پشتون قبائل نے جا کے وہاں کشمیر میں ایک بہت لمبی جنگ لڑی۔ اور اُس صورت میں بھی انڈیا نے کوئی شکست نہیں دی۔ لیکن آج جو انڈیا سوچ رہا ہے کہ پھر جنگ ہوگی اور ہمیں فتح حاصل ہوگی۔ تو یہ اُس کی غلطی ہے۔ دیکھو! آج بھی ہمارے مشر اسفندیار ولی خان نے اُس کی مذمت کی۔ اور یہی پیغام اُنکو دیا کہ جنگ سے مسئلے حل نہیں ہوتے ہیں۔ ایک تو ہماری پارٹی کی سوچ یہی ہے کہ ہمیں امن چاہیے ہم تشدد سے نفرت کرتے ہیں، یہ باچا خان کا فلسفہ ہے۔ اور ہم عدم تشدد کے فلسفے کے پیروکار ہیں۔ ہمیشہ اُنکی تصدیق کرتے ہیں اور اُسی راستے کو اپناتے ہیں کیونکہ ہم اُن کے سپاہی ہیں۔ اور ہم یہی چاہتے کہ پوری دنیا میں اگر دیکھ لیں جہاں بھی جنگ لڑی گئی ہے، آپ پوری دنیا آپ پندرہ سو سال پرانی تاریخ کو اٹھالیں تو وہاں تباہی کے سوا کچھ بھی نہیں ملا ہے۔ وہاں قومیں تباہ ہوئی ہیں وہاں کی تعلیم تباہ ہوئی ہے وہاں جو بھی facilities تھیں وہ بھی تباہ ہو گئی۔ ایک سرے سے نئی زندگی شروع کرنی پڑے گی اگر اُس ملک میں اور اُس علاقے میں جنگ ہوئی ہے آپ افغانستان کی مثال لے لیں لاکھوں لوگ وہاں شہید ہوئیں، جنگ لڑی گئی اسلام کی، قومیت کی جنگ، مختلف ناموں پر یہ جنگ لڑی گئی اور کیا اُن کا نتیجہ نکلا ہے آپ کو دیکھ رہے ہیں تو کشمیر بھی اسی طرح ہے ہم یہی چاہتے ہیں میں مختصراً یہ کہوں گا کہ اس تحریک میں جو کہا گیا کہ انسانی حقوق کی پامالی کی گئی ہے تو کیا ہوگا؟ یہی ہم چاہتے ہیں کہ مذمت بھی کر لیں اور اس تحریک التوا کو جو یہ بحث کے لیے جب منظور ہوتا ہے تو بحث ہو کے پھر اس کو نمٹایا جاتا ہے۔ یا پھر اس کو قرار کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔ تو ہماری تو یہی مطالبہ ہو گیا کہ اس تحریک التوا کو نہیں نمٹایا جائے بلکہ ایک شدید الفاظ میں وہ جو ہے انڈیا کی طرف سے جو جارحیت ہو رہی ہے 370 آرٹیکل کو ختم کیا گیا ہے اُن کی مذمت کی جائے۔ اور یہ مطالبہ قوام متحدہ سے کیا جائے کہ واپس اس آرٹیکل کو بحال کیا جائے۔ اور جنگ مسئلے کا حل نہیں ہے۔ اس پر بیٹھنا چاہیے مذاکرات ہونی چاہیے۔ خدا نخواستہ دونوں ملک ایک ایٹمی پاورز رکھتے ہیں اگر یہ ایٹمی پاورز خدا نخواستہ استعمال ہو جائے، یہ ضروری نہیں کہ یہ آبادی کی بنیاد پر جنگ لڑنی جاتی ہے یہ جو ایک technology ہے۔ آج ٹیکنالوجی کی بنیاد پر جو جنگیں لڑی جاتی ہیں۔ آج ایک طرف اگر ہزار لوگ ہوں اور دوسری طرف دو لوگوں کے پاس ٹیکنالوجی ہو تو وہ دو لوگوں کا پلہ بھاری ہوتا ہے۔ اگر انڈیا کہتا ہے کہ میں atomic power رکھتا ہوں تو اس کے ساتھ پاکستان بھی atomic power رکھتا ہے تو اگر اُس نے خدا نخواستہ حملہ کیا تو اُس کا جواب پاکستان بھی دے گا۔ تو تباہی دونوں طرف ہوگی تو ہم یہی چاہتے ہیں کہ یہ مل بیٹھے کے اُس امن اور عدم

تشدد کا فارمولہ لے کر مذاکرات کے ذریعے اس کشمیر کا مسئلہ حل کر لیں۔ اور اقوام متحدہ کے قراردادوں پر عملدرآمد کرایا جائے۔ اور یہی پاکستان کی بھی خواہش ہے اور ہم اُن کے ساتھ کھڑے ہیں۔ پاکستان ہمارا ملک ہے اور ہم یہ نہیں چاہتے ہیں کہ یہ جنگ لڑی جائے۔ ورنہ ہم اُن کے ساتھ کھڑے ہیں۔ اور ہر صورت میں ہم ان چیز کو روک لیں گے۔ اور امن کے ذریعے اس کو بیٹھ کر مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کی کوشش کی جائے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی جمالی صاحب۔

میر جان محمد خان جمالی: رائے تو آرہی ہے بہت سلجھی ہوئی ہے۔ ایک ہے dialogue، دوسرا ہے اقوام متحدہ کے resolution کے مطابق۔ میری گزارش ہے قائد ایوان بھی خوش قسمتی سے آگئے ہیں۔ لیڈر آف دی اپوزیشن میرے خیال میں نماز پڑھنے گئے ہیں، لمبی نماز ہوگئی اُن کی۔ تو اُن کی جگہ پر دوسرے بھائی آجائیں ثناء صاحب آپ بھی، کہ مشترکہ بنا کر کے پیش کر کے ہم پاس کریں۔ ظہور بلیدی صاحب! ہم مشترکہ قرارداد بنا دیں بیٹھ کر کے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی بلیدی صاحب۔

وزیر خزانہ: یہ ایوان کشمیر کے عوام کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کرتے ہوئے بھارت کے انسان سوز مظالم کی پرزور مذمت کرتا ہے۔ یہ ایوان بالخصوص بھارت کے آئین میں حالیہ کشمیر دشمن ترامیم کو ایک سوچی سمجھی سازش قرار دیتے ہوئے اسے ایک جمہوریت دشمن عمل قرار دیتے ہوئے مطالبہ کرتا ہے کہ کشمیر کے عوام کے حق خود ارادیت اور آزادی کو اقوام متحدہ کی قرارداد کے مطابق حل کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ آیا یہ مشترکہ قرارداد منظور کی جائے؟ مشترکہ قرارداد منظور ہوئی۔ جی آغا صاحب۔

انجینئر سید محمد فضل آغا: جناب جام صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، میں نے ان سے گزارش کی تھی کہ اس قرارداد کو نیشنل اسمبلی، سینیٹ، وزارت خارجہ اور پرائم منسٹر سیکرٹریٹ میں بھی بھجوادیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ آغا صاحب۔ جی ثناء بلوچ صاحب! آپ اپنی تحریک التوا نمبر 1 پر بحث کا آغاز کریں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: شکریہ جناب اسپیکر۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ جناب والا! شاید تاریخ میں بھی آپ نے

کبھی پڑھا ہوگا کہ The Lost City of Gold Eldorado، اگر کبھی نہیں پڑھا ہے تو میں نے اس پر

ایک دو آرٹیکلز بھی لکھے ہیں۔ اس پر کافی فلمیں بھی بنی ہیں، ناول بھی چھپ چکے ہیں۔ The Lost City of

Gold Eldorado یعنی سونے کا گم گشتہ شہر۔ چودھویں اور پندرہویں صدی میں جو Spanish فاتحین تھے یا

باقی اُس وقت کے استحصالی طبقات تھے، اُن سب کو کسی نے کہا کہ جی امریکا میں یا لاطین امریکا میں ایک جگہ ہے وہاں

صرف اور صرف سونا ہے۔ وہاں کے لوگ عبادت سونے کی برتنوں میں کرتے ہیں۔ کھانا سونے کے برتنوں میں کھاتے ہیں، اپنی عبادت گاہوں میں اُن کے مندر اور مورتیاں سارے سونے میں ہیں۔ وہ اپنے بادشاہوں کو، امیروں کو، معتبرین کو، ملکہوں کو، ٹکریوں کو وہ سونے پہناتے ہیں۔ تو وہ شہر ہی سونا ہی سونا ہے۔ لہذا کسی نہ کسی طریقے سے سونے کے اُس شہر کو جا کے دریافت کیا جائے اور اُس کو قبضہ کیا جائے۔ تو جناب والا! کشتیوں کے کشتیاں، Spanish چور، ڈاکوؤں اور فاتحین سے بھر کے امریکا کے طرف چلے گئے۔ اُس وقت amazon کی جنگوں میں نا تو ملیں یا تھا، نہ خسرہ تھا، نہ تپ دق تھا اور نہ کسی اور طرح کی بیماریاں تھیں۔ وہ بڑے اپنی دنیا میں گم سم تھے، رہ رہے تھے۔ لیکن یہاں technology آگئی تھی، لوگوں نے کشتی ایجاد کر لیا تھا، لوگوں نے چھوٹے موٹے اور آلات ایجاد کر لیے تھے۔ جب یہ وہاں پہنچے تو یہ ان کی جو technological تھی وہ advance تھی۔ advancement کی وجہ سے۔ تو جناب والا! جب یہ amazon کے جنگلوں کے پاس پہنچے تو پھر وہ اپنے ساتھ یہ ساری بیماریاں لے گئے اور تقریباً American Researchers, Writers، Scholars لکھتے ہیں کہ وہاں کی جو 100% آبادی میں سے 90% آبادی 80 سال کے دوران میں صرف ان بیماریوں کی وجہ سے اموات کا شکار ہوئے۔ یہ فاتحین گھر گھر، گلی گلی، جنگل، میدان ڈھونڈتے رہے۔ لیکن اُن کو سونے کا وہ شہر نہیں ملا۔ اور یہ سونے کا شہر آج تک کسی کو بھی نہیں ملا۔ یہ سونے کا شہر اصل میں یہاں ہے، چاغی میں، ریکوڈک میں۔ اُس وقت فاتحین غلط طرف نکل گئے تھے۔ لیکن آج چار سو سال گزرنے کے بعد اُن قوموں نے، اُن فاتحین کی جنگی جنون، قبضہ گیری، سونے اور دولت کے لالچ کی وجہ سے وہاں تباہی اور بربادی ہوئی۔ ”انکال“ اُس وقت کا جو بڑا ایک empire تھا وہ سارا ختم ہو گیا۔ آج پوری دنیا کی نظریں بلوچستان کے سونے، چاندی، تیل اور گیس پر لگی ہوئی ہے۔ 70 سال گزر گئے تمام معدنی وسائل کے باوجود صاف پینے کے پانی کو ترستے ہیں۔ گاؤں اور دیہاتوں میں رہنے والے لوگ اپنی جگہ کوئٹہ شہر کی 80% آبادی پانی خرید کے پیتے ہیں۔ اور یہ خریدا ہوا پانی، اُس وقت اُس کو دیکھا جائے جناب والا! وہ ادویات کی قیمت سے بھی زیادہ مہنگی ہے۔ گاؤں کو تو چھوڑیں، چاغی کو چھوڑیں، لسبیلہ، خاران، موسیٰ خیل، بلید ہا اور مکران کو چھوڑیں۔ وہاں تو لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ابھی تک کنوؤں کا پانی پیتے ہیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جناب والا! دنیا میں جہاں بھی سونا و چاندی کی دولت ہوتی ہے۔ وہاں پوری دنیا کی نظریں لگی ہوئی ہیں۔ اگر وہاں کے حکمران، وہاں کے حاکمین اور وہاں کے ادارے، institutions، اُن کو یہ پتہ نہ ہو کہ ہم کتنے امیر ترین ملک کے نمائندے ہیں تو جناب والا! اُن کے ساتھ وہی ہوتا ہے جو اُن کے empire کے ساتھ ہوا۔ جو لاطین امریکا کے جو amazon میں رہنے والے، جنگل والوں کے ساتھ ہوا۔ اُن

کی نسلیں تباہ ہو گئیں، اُن کے گھر بار تباہ ہو گئے۔ اُن کا کلچر تباہ ہوا اور وہاں اُن کو کچھ بھی نہیں ملا۔ 1993ء میں جب بلوچستان میں ایک نگران حکومت قائم تھی، رحیم الدین درانی صاحب اُس وقت گورنر تھے۔ ایک تو افسوس ہے کہ سرکار والے کچھ سنتے ہی نہیں ہیں۔ آپ رولنگ دیں گے، حکومتی اراکین زیادہ سے زیادہ تعداد میں، ہم سمجھے تھے یہ سونے و چاندی اور بلوچستان کی دولت کی بات ہے اور بھی اُن کی دلچسپی بھی بہت کم نظر آتی۔ تو جناب اسپیکر! یہ جو 1993ء میں بریگیڈیئر گورنر رحیم درانی صاحب تھے، نصیر مینگل صاحب اُس وقت نگران وزیر اعلیٰ بنے۔ 10 یا 15 جولائی 1993ء میں عطاء جعفر صاحب، BDA کے چیئرمین بنا دیے گئے۔ اچانک دس سے پندرہ دنوں کے دوران وہاں ریکوڈک کے حوالے سے BHP نام کی ایک بہت بڑی کمپنی، جو دنیا میں سونے و چاندی اور تانبے کے حوالے سے بہت ہی ایک مہارت رکھتے ہیں، بہت پیسے والی ہے، اُن کے ساتھ اتنی دولت ہے کہ پاکستان جیسے آٹھ، دس ممالک کو یکجا کریں اُن کمپنیوں کی دولت بھی پاکستان سے زیادہ ہے۔ تو BHP یہاں آئی۔ نہ یہاں کوئی اسمبلی تھی اور نہ یہاں منتخب نمائندے تھے، نہ یہاں ایک بہت ہی سنجیدہ، باکردار، باعمل اور باصلاحیت بیوروکریسی تھی۔ معذرت کے ساتھ، اگر اُس وقت کی بیوروکریسی میں سے کوئی ابھی ادھر ہے۔ تو جناب والا! وہ اتنا بڑا سائحری اٹھا کے لے آئے، جس کی انگریزی ہمارے بہت سے بیوروکریٹس پڑھ بھی نہیں سکتے تھے۔ وہ وہاں لے آئے، دس دن کے اندر عطاء جعفر صاحب فائل ہاتھ میں اٹھائے خود دفتر جاتے گئے اور اُس کو کہہ جی یہ ہم نے فائل دستخط کرنی ہے کہ دنیا کی بہت بڑی کمپنی آرہی ہے۔ جو BDA کے ساتھ ایک joint venture کرنا چاہتی ہے، سونے، چاندی اور تانبے کی دریافت کریں گے۔ اور پھر اس کی بعد بہت بڑی mining ہوگی۔ گو کہ BDA جب بنی تھی 1970ء میں، BDA کو خود یہ اختیار نہیں تھی کہ کسی international کمپنی کے ساتھ joint venture کرے۔ پاکستان میں constitutionally, legally یہ کسی کے پاس یہ rights ہی نہیں تھے کہ آپ کسی کے ساتھ بیٹھ کر جو ہے وہ ایک foreign company کے ساتھ بیٹھ کے آپ کا ایک entity وہ joint venture کرے۔ حکومت کر سکتی تھی۔ لیکن BDA as a entity انہوں نے جناب والا! ایک joint venture کا معاہدہ 29 جولائی 1993ء کو کیا۔ کس جگہ کے لیے؟ ریکوڈک کے لیے۔ اور ریکوڈک کیا ہے یہ Macogic Arch جس کو کہتے ہیں۔ Titan کا Bacchantic Arc یہ بہت سے براعظموں سے گزر کے آتا ہے اور یہ بلوچستان اور افغانستان، اور ایران میں جب داخل ہوتا ہے تو اس میں سب سے زیادہ سونے، چاندی اور تانبے کی ذخائر اور deposits یہاں آئے ہیں۔ اور کافی raw-minerals علاقے میں ہیں۔ تو جناب والا! جب یہ معاہدہ دستخط ہوا، معاہدے کی دستخط کے بعد کوئی میرے خیال میں ستمبر 1993ء میں دو مہینے کے بعد ہوتا کیا ہے، یہ

بلوچستان کی تاریخ کا بلکہ دُنیا کی تاریخ کا سب سے بڑا copper, gold scandal اگر کہہ سکتے ہیں تو یہ کہا جاسکتا ہے۔ ستمبر 1993ء میں بلوچستان کا ایک اُس وقت کا rule ہوا کرتا تھا BMR Balochistan Mining Concession Rules 1970 اُس میں جناب والا! 13 ترامیم کی گئیں، اس BHP کو 13 ہزار ایکڑ کے قریب علاقہ ہے سونے اور چاندی کی دریافت کے لیے۔ اور یہ میرے پاس ایک کا پی 1970ء کی rule کی ہے، جس میں وہ خود بیٹھ کر، وہ خود بیٹھتے تھے۔ یہاں بلوچستان میں جناب والا! ترامیم کی کہ اُن کو کس طرح concession چاہیے۔ NOC چاہیے، administrative support چاہیے، 10 کے قریب اُن کو prospecting license چاہیے۔ جناب والا! اُن کو کتنے بھی concessions چاہیے اور تو چھوڑیں BHP جس طرح میں نے کہا کہ مال و دولت میں پاکستان جیسے 7 ممالک کو یکجا کی جائے۔ اُس سے زیادہ دولت رکھتا ہے۔ 35 لاکھ روپے معاف کروانے کے لیے بھی اُس میں ترامیم ڈال دی گئیں، شرم کا مقام ہے۔ 13 ترامیم جو ہے BMCR Balochistan Mining Concession Rules 1970 صرف اور صرف BHP کو support دینے کے لیے کی گئی۔ اس کے علاوہ جناب والا! جب 2000ء میں جب ہم نئے صدی میں داخل ہو رہے تھے تو اُس وقت دوبارہ سے انہوں نے کچھ کوشش کی کہ کچھ discovery کی لیکن انہوں نے نہیں کیا۔ اُن کو پتہ تھا کہ ایسے قوم ہمارے ہاتھ لگ گیا ہے جس کو نہ اپنی دولت سے محبت ہے، اور نہ جس کو اپنی زمین سے محبت ہے، نہ جس کو اپنے سونے و چاندی سے محبت ہے، جس کو نہ اپنے بچوں کے مستقبل سے محبت ہے، ان کو محبت ہے، دو چار روپوں سے محبت ہے۔ ہم نے دو چار روپے دے کر ان سے اتنی مراعات حاصل کر لی۔ تو انہوں نے کیا کیا؟۔ جناب والا! اتنی پاور فل کمپنی تھی۔ انہوں نے پاکستان میں نیشنل لیول پر جو پاکستان کا جو mining policy ہے، ایک نئی national mineral policy انہوں نے اسلام آباد کی سطح پر draft کروایا۔ اور اُس کے بعد آ کے بلوچستان کی حکومت کو کہا۔ جناب والا! ہم نے national mineral policy بنی ہے 2000ء، لہذا حکومت بلوچستان بھی اپنی mineral policies کو update کریں تو کیا ہوتا ہے جناب والا! ایک کمپنی ہے جس کو کہتے ہیں RIAA Barker Gillette Firm جو پوری دنیا میں legal, constitutional drafting کے حوالے سے services provide کرتا ہے، لاہور میں بھی اُن کی ایک branch ہے۔ پوری دنیا میں ہے۔ تو جناب والا! یہ BHP والے جا کے اُس کمپنی کو hire کرتے ہیں۔ حکومت بلوچستان کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے تو rule-update کرنا ہے لیکن ہمارے پاس لوگ نہیں ہیں۔ ہمیں پتہ نہیں Law ہوتا کیا ہے؟ legal issues ہوتے کیا ہیں؟، drafting ہوتا کیا ہے؟ اور

آپ کو یاد ہوگا میں نے آج سے 6 مہینے پہلے یہاں بات کی تھی کہ بلوچستان کی اپنی natural resource policy نہیں ہے اور یہ بھی خدا کا شکر ہے کہ ہماری 6 مہینے کی speech کے بعد حکومت بلوچستان نے کچھ پیشرفت کی ہے۔ گو کہ میں نے ابھی تک پڑھا نہیں، ڈرافٹ آیا ہوا ہے۔ کب اسمبلی میں آئے گا؟ اسی طرح کی صورتحال تھی جناب والا! اگر اس پندرہ، بیس سال سے کسی کے پاس policy نہ ہوں۔ تو انہوں نے آ کے حکومت بلوچستان کو کہا تھا، بلوچستان میں کچھ ہمارے جتنے بھی بیوروکریٹس تھے، انہوں نے کہا کہ جی پھر آپ ہماری اس سلسلے میں کیا مدد کر سکتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم آپ کی مدد کریں گے۔ ہم آپ کو ایک firm ہے، وہ لا کے دے دیں گے، اُس کا فیس ہمارے اوپر، وہ آپ کے لیے جو ہے Balochistan Mining Rule 2000 بنا دے گا۔ جو جا کے 2002ء میں Balochistan Mining Rule بنا۔ RIAA Barker Gillette Firm یا RIAA Law Firm کے نام سے انہوں نے کیے support۔ آج بھی جائیں law department میں یا mines department میں، جو BMR بنی ہے جام صاحب! Balochistan Mining Rules 2002 یہ انہوں نے بنایا۔ ان کو specially یہ PARIX والے، BHP والے، بعد میں جو TCC بنی۔ یہ اٹھا کے لے آئے تھے۔ اور اس کا ذکر even جو International Tribunals Arbitrary Cases میں تھا اُس میں بھی اس کا ذکر آیا ہے۔ اور پھر کیا ہوتا ہے، جب یہ ساری چیزیں ہو رہی تھیں، بلوچستان میں کچھ سنجیدہ لوگ ہیں، مولانا عبدالحق صاحب، اللہ ان کو جنت نصیب کرے، بلوچستان میں اور بھی بہت سے وطن دوست، بلوچستان کی محبت، زمین اور مٹی سے دوستی رکھنے والے لوگ تھے، وہ 2006ء۔ وہ بلوچستان ہائی کورٹ میں گئے کہ جناب والا! یہ جو سارا ڈرامہ ہو رہا ہے گزشتہ چھ، آٹھ سالوں سے، یہ بڑا fishy ہے، بڑا جو ہے مشکوک انداز کی یہاں جو developments ہو رہی ہیں۔ یہ بلوچستان کے سونا، تانبے اور چاندی کی بڑے ذخائر انکو دے دیے گئے ہیں۔ یہ joint venture کسی کو دکھایا نہیں گیا۔ اور میں آج اس فورم پر کہنا چاہتا ہوں کہ transparency کا یہ عالم ہے کہ یہ ہمارے پیچھے لائبریری ہے، وہاں بھی ابھی تک اس joint venture، جس کو (CHEJVA)، Chagi Hill Exploration Joint Venture Agreement کہا جاتا ہے، جولائی 1993ء میں دستخط ہوا ہے۔ اُس کی کاپی میں نے آج تک نہیں دیکھی۔ بلوچستان کا کوئی کاغذ میری آنکھوں سے اوجھل نہیں رہتا۔ لیکن میں نے کتنی کوششیں کی ہیں آج تک جو original agreement ہے، جو ڈرافٹ ہے، اُس کی کاپی آج تک ہمیں بھی نظر نہیں آئی کہ اُس میں ہے کیا؟ پھر 2006ء میں ہائی کورٹ نے اس case کو، بلوچستان کے case کو یہاں خارج کر دیا۔ تو انہی دوستوں میں سے

مولانا عبدالحق سمیت کافی لوگوں نے جا کر سپریم کورٹ میں اس کو چیلنج کیا کہ جناب والا! یہ بہت بڑی زیادتی ہوئی ہے۔ بلوچستان ہائی کورٹ نے اس کو validate قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ یہ بالکل صحیح ہے، یہ قانون اور آئین کے مطابق ہے۔ جب یہ 2009, 2010ء کے بعد سپریم کورٹ میں گئے، تو شروع میں تو سپریم کورٹ نے ایک stay order دیا کہ بعد میں جب 2002ء میں آیا particularly، جس کو کہتے ہیں Chagi Hill Exploration Joint Venture Agreement اس پر کافی جو ترامیم کی گئیں۔ addendums بنائے گئے، دو، تین مزید ترامیم اور اسمیں اضافی قوانین لگا دیے گئے۔ اور ان addendums کے تحت انہوں نے کیا کیا مطلب پورے agreement کو change کر دیا۔ BHP سے یہ ساری چیزیں انہوں نے MINCORE کوئی کمپنی بنالی۔ پھر اُس کے بعد ایک اور کمپنی لائی، تین چار کمپنیوں کے بعد بالآخر جو Antofagasta ہے، Barrick-Golds ہے، انہوں نے مل کر TCS بنائی۔ پاکستان میں وہ اس لیے بنائی کہ اُن کو پتہ تھا کہ جو Chagi Hill Exploration Joint Venture Agreement سب سے بڑا flaw یہ تھا کہ حکومت بلوچستان 1993ء میں کسی foreign company کے ساتھ معاہدہ نہیں کر سکتی تھی۔ تو انہوں نے کیا کیا، اُن ساری چیزوں کے addendums بنا دیئے۔ دو، تین، چار اور پانچ، ساری تفصیلات میرے پاس ہیں۔ وقت کی کمی ہے وہ addendums کے ذریعے سے انہوں نے یہ سارا راستہ ہموار کیا۔ اور پاکستان میں TCC پہلے TCCP، Pakistan، TCC Australia بنا یا، وہ جب دیکھا کہ کام نہیں آ رہا تو TCCP بنا کے پاکستان میں اُس کو Registration کروائی اور TCCP کو جو ہے، یہ سارے جو ہیں، یہ پورا جو معاہدہ ہے۔ یعنی آپ اندازہ کریں کہ اس معاہدے کو پورا BHP سے لیکر دوبارہ موڑ دیا گیا TCC کی طرف کہ جی یہ معاہدے اب TCC کی طرف ہیں۔ اور یہ وہی وقت ہے۔ اب مجھے پتہ نہیں کہ اس کے کیا implications ہوئے یا نہیں، حکومت تک ہماری رسائی نہیں ہے۔ ظہور صاحب ابھی گئے تھے اسلام آباد میں، انہوں نے کوئی meeting کی ہے law experts کے ساتھ۔ جب یہ سارا معاملہ 2009ء تک بی ڈی اے پاس تھا 2009ء کے بعد ایک چھوٹے سے letter کے ذریعے سے cabinet کا ایک فیصلہ ہوا ہے۔ یہ تمام معاملات بی ڈی اے سے لیکر mines and mineral department کو دے دیئے گئے۔ اب یہ کیوں ہوئے آیا وہ ریکارڈ کہاں پر ہے وہ سارے minutes کہاں پر ہیں؟ وہ سارے دستاویزات کہاں ہیں جو بی ڈی اے نے 1993ء سے process کیا 2009ء تک اور اگر 2009ء کے بعد یہ transition ہوئی

ہے آپ نے بی ڈی اے یہ سارے اختیارات mines and mineral department دیے یہ کہاں گئے تاریخ کے سب سے اہم دستاویز ہیں۔ جو اگر آپ نے مستقبل میں پاکستانی عدالت میں لڑنی ہے کیس بیرونی دنیا میں اگر آپ نے کیس لڑنا ہے even اگر بلوچستان کے لوگوں کو اگر آپ نے مطمئن کرنا ہے بلوچستان کے جتنے culprits ہیں مجرم ہیں اس کیس میں شامل ہیں ان سب کی دستاویزات اور دستخط اُس میں ہے وہ ہمیں نہیں مل رہے وہ پتہ نہیں mines and mineral department والوں کے پاس نہیں ہے بی ڈی اے والوں کے پاس نہیں ہے تو آپ کیسے ثابت کر سکتے ہیں کہ یہ سارا agreement اور یہ سارا process تو میں اس ایوان میں جام صاحب بیٹھے ہوئے ہیں کہ آپ کم از کم یہ ensure کریں کہ ہم تمام ممبران کو جو بلوچستان کے مستقبل کے حوالے سے ہم یہاں بحث کر رہے ہیں۔ ہمیں ان تمام دستاویزات پر دسترس حاصل ہونی چاہئے اور ان کی کاپیاں جو ہے اس اسمبلی میں اس لائبریری میں سیٹ آنا چاہیے یہ دنیا کے اندر ہے transparency extractive industry transparency international جو 2016ء میں بنی ہے۔ پوری دنیا کے دستاویز آپ مجھے غریب سے غریب تر ملک ہے اُس میں اگر کوئی معاہدہ ہوا ہے 1 لاکھ ڈالر تک کا وہ بھی میں آپ کو اُس کے تمام تفصیلات آج 2 گھنٹے میں نکل کر دے سکتا ہوں۔ لیکن بلوچستان میں 2 سو 60 بلین ڈالر کا معاہدہ ہوا ہے اُس کی تفصیلات اس اسمبلی کے کسی ایوان کے ممبر کے پاس بھی نہیں ہے یہ transparency کا عالم ہے یہ شفافیت کا عالم ہے۔ تو جناب والا! اس کے بعد کیا ہوتا ہے کہ جب کورٹ میں کیس چلا جاتا ہے تو TCCA یہ کہتی ہے کہ جی میں نے کچھ دریافت کیا ہے وہ اس ڈر سے کہ کہیں مجھے سے یہ علاقہ نہ چھینا جائے وہ کہتے ہیں کہ جناب والا! ہم 10 licence میں سے 8 licence واپس کرتے ہمیں licence 5 TL5 exporting licence ہمارے پاس رکھ لیں۔ جو باقی prospecting licence تھے 10 قریب وہ انہوں نے واپس کر دیئے اور ان کے مطابق کہ جناب والا تقریباً اُس وقت 2 لاکھ 10 ہزار ٹن pure copper اور 8 ہزار کلو گرام سونا جو ہے وہ نکل سکتا ہے اُن کے جو دو licences تھے اُن کے علاقے میں سے انہوں نے کہا کہ یہ ہم نے دریافت کی ہے اس میں اتنا potential ہے۔ لیکن اُس کے ساتھ وہ کیا کہتے ہیں جو جتنی studies ہوئی ہے کیونکہ یہ صرف BHP نے نہیں کیا these are known resources آج کل دنیا technology کے لیے بہت advance ہے society of geologists نے 2008ء میں اپنی ایک رپورٹ میں کہا ہے کہ جو TCC نے رپورٹ feasibility جمع کی ہے اُس میں نے انہوں نے underestimate کیا ہے جو resources ہے بلوچستان کے وہ انہوں نے underestimate کئے

ہے 35% copper میں اور 25% gold یعنی اگر وہ صحیح طریقے سے ڈالتے تو اور بھی امکان تھا کہ اس کے resources زیادہ ہوتے۔ اب جناب والا! کیا ہوتا ہے جب سپریم کورٹ میں کیس چل رہا ہے، TCC بھی پہنچ جاتی ہے، TCC سپریم کورٹ سے استدعا کرتی ہے کہ جی آپ ایسا کریں کہ آپ بلوچستان حکومت کو کہیں ہم نے mining کے لیے licenses کے لیے درخواستیں دی ہیں ہماری درخواستیں سن لے سپریم کورٹ نے اُن کو stay-order دیا گوکہ یہ غلط تھا جو licenses اُن 2003ء میں دیا گیا تھا 2004ء میں وہ 2011ء میں ختم ہو گیا تھا۔ اُس کی دو دفعہ validation ہو سکتی تھی بالخصوص جام صاحب! آپ کے نوٹس کے لیے وہ دونوں licenses کا معیار 2010 اور 2011ء میں ختم ہو چکا تھا۔ لیکن اس کے باوجود سپریم کورٹ نے stay-order دیا۔ وہ یہاں licenses کے لیے آئے سب سے پہلے وہ mines and mineral department گئے mines and mineral department میں جو کمیٹی بنی تھی executive committee licencess کی mineral کی درخواست مسترد کر دی پھر اُس کے بعد وہ سیکرٹری mines and mineral کے پاس چلے گئے انہوں نے بھی یہ درخواست مسترد کر دی۔ اس کے بعد جب یہ کیس سپریم کورٹ میں چلا 2013ء میں landmark decisions جس کو کہتے ہیں۔ کہ بہت ہی اہم فیصلہ سپریم کورٹ کا آیا کہ جناب والا! یہ جتنا بھی معاہدہ ہوا ہے یہ غلط ہوا ہے۔ اب سپریم کورٹ نے کن grounds کے اوپر جناب والا! اس معاہدہ کو غلط قرار دیا۔ یہ بہت ہی important ہے اس اسمبلی کے لیے اس forum کے لیے ہم میں سے کافی لوگوں کو میڈیا کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ public کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ہم بلوچستان کے Representatives کسی سیمینار forum میں جاتے ہیں ہمیں اپنی مال اور دولت کے حوالے سے فیصلوں کا اگر پتہ نہ ہو یہ ہمارے لیے شرم کی بات ہے۔ تو جناب والا! یہ فیصلہ جو سپریم کورٹ کا ہوا تھا اُس کی کاپی میرے پاس پڑی ہوئی ہے سپریم کورٹ نے کچھ اہم grounds پر اس کو public policy اور particularly ایک اور order ہے جس میں انہوں نے بالخصوص اس کو مسترد کر دیا، وہ یہ تھا۔ کہ سپریم کورٹ کا جو فیصلہ ہے، میں صرف آخر کو پڑھتا ہوں آخری اُس کا یہ اس کا بہت ہی important ہے۔ چاغی کے پہاڑوں پر تحقیق کے لیے کیا جانے والے مشترکہ اتفاقی معاہدہ، وہ جو میں کہہ رہا تھا چاغی Hill Exploration Joint Venture Agreement معاہدہ مورخہ 23-07-1993 کو معدنی ترقیاتی قانون مجریہ 1948ء، قواعد ریت کانگنی مجریہ 1970ء، قانون معاہدہ جات مجریہ 1872ء، قانون انتقال جائیداد 1882ء وغیرہ کے شقات کے برخلاف تحریر کردہ قرار دیا جاتا ہے۔ اور اس

کے علاوہ بھی تحریر کردہ قراردادیا جاتا ہے۔ لہذا اس کو غیر قانونی، باطل اور غیر ثابت شدہ قرار دیا جاتا ہے۔ اب یہ جو اردو میں باطل، یہ دو، تین اور جملے جو اس میں کہے گئے ہیں غیر ثابت اور غیر قانونی، یہ ان چیزوں کے ساتھ addition ہیں۔ وہ کیا ہیں۔ سپریم کورٹ نے بالخصوص دو چیزیں۔ کیونکہ میں international law کا بھی student ہوں، constitutional issues کا بھی۔ دو بڑی اہم چیزیں ہیں جو وہاں سپریم کورٹ نے جو ہے اُنکا حوالہ دیا۔ اور اُن پر بات بھی کی۔ مجھے یاد ہے یہ اسی دوران میں particularly وہ یہ ہے کہ international suit for the unification and private law اُس کا جناب والا! ایک special article ہے جس کے تحت یہ قراردادیا گیا ہے کہ کسی بھی جگہ پر اگر کوئی بیرونی کمپنی ایک علاقہ میں جاتی ہے اگر اُس علاقے کی حکومت کے پاس، وہاں اُس کے اداروں کے پاس وہاں وہ capacity نہیں ہوتی وہ صلاحیت نہیں ہوتی کہ وہ کوئی معاہدہ کر سکے پڑھ سکیں یا معاہدہ بنا سکیں یا معاہدہ کو اپنے مفادات کے تحت اپنے عوام کے مفادات کے تحت draft نہ کر سکیں تو ایسے معاہدات کی بین القوامی سطح پر کوئی حیثیت نہیں ہوتی اس کو قانونی چوری کہتے ہیں۔ اور اس کے لیے دنیا میں بہت بڑے دو تین بڑے laws ہیں۔ اس کے علاوہ particularly Newyork convention میں ایک جگہ clearly کہا گیا اُس کا Article-5 ہے کہ آپ کسی قوم کے اوپر مظلوم محکوم قوم جس طرح ہم ہیں گو کہ ہمارے کچھ باہمت یا بے ہمت bureaucrats کی وجہ سے ہمارے مال و دولت پر اتنا بڑا قدغن لگا ہے تو آپ ان دو international laws کی شکل میں آپ ایسے فیصلے کسی کے اوپر لاگو نہیں کر سکتے اور یہ ان قوانین کے ساتھ باقی قوانین کو ملا کر سپریم کورٹ نے ایک بہت ہی clear فیصلہ دیا ہے ریکوڈک کے حوالے سے کہا جاتا ہے کہ جی چوہدری افتخار صاحب کا فیصلہ تھا یا کسی اور کا فیصلہ تھا ایسی کوئی بات نہیں ہے اُس میں تین ججز تھے چوہدری افتخار صاحب bench کو head کر رہے تھے لیکن جو باقی وہاں جج صاحبان تھے وہ یکساں طور پر انہوں نے اس فیصلے کو دیا اور وہ جج صاحبان جو تین تھے تاکہ تاریخ میں گواہ رہے کہ اُس میں گلزار احمد صاحب تھے شیخ عظمت سعید صاحب جو جن میں سے دو ابھی تک سپریم کورٹ کے اس وقت جج ہیں تو جو فیصلہ تھا وہ بالکل بلوچستان کے مفادات کے برعکس تھا لہذا اب کیا ہوتا ہے گڑ بڑ کہاں آتی ہے سپریم کورٹ کے بعد جب اس کیس کو parallel چل رہا تھا، دو جو application TCC کے یہاں سے reject ہوئے بلوچستان سے۔ ویسے تو چاہئے یہ تھا کہ constitution کے article تحت TCC کو جو ہے پاکستان کے عدالتوں میں جانا چاہئے تھا۔ ہائی کورٹ، سپریم کورٹ جانا چاہئے تھا، mines and mineral department اور سیکرٹری کے فیصلہ کے خلاف۔ اب سیکرٹری کے فیصلہ کے خلاف براہ راست international court میں جانا نہیں سکتے۔ تو

اب یہاں کیا ہوا اور یہ ابھی بھی ہونے جا رہا ہے particularly۔ سردار صاحب! تھوڑی سی آپ کی توجہ چاہیے غلطیاں ہم سے 2011ء اور 2012ء میں ہوئی وہ یہ ہوئی جناب والا! سونا چاندی بلوچستان کا 2010ء کے بعد 18th amendment کے بعد سونا، چاندی، تانبا یہ سارے resources بلوچستان کے under آتے ہیں after 18th amendment۔ لیکن ہوا کیا کہ جناب والا! کہ جب ریکوڈک کے حوالے سے فیصلہ ہوتا ہے ایک steering committee بنی اسلام آباد میں۔ سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد ہمارے وزیر اعلیٰ کو یا ہمارے محکموں کے سربراہان کو مجبوراً کیا گیا کہ اس پورے فیصلے کو اسلام آباد جو ہے اپنے طریقے سے handle کرنا انہوں نے شروع کر دیا اور بالخصوص جب۔۔۔

(اس مرحلہ میں اجلاس کی صدارت جناب قادر علی نائل، چیئر مین نے کی)

جناب ثناء اللہ بلوچ: welcome مسٹر چیئر مین۔ مسٹر چیئر مین! جب 2013ء میں سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد کچھ اور development ہوئی، ایک تو یہ تھا کہ وفاقی حکومت نے یہ تمام تر معاملہ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور حکومت بلوچستان کا کردار بالکل zero یا minus تھا۔ جس کی وجہ سے یہ تھا کہ وفاقی حکومت نے بلوچستان سے پیسے لیے اور وکلاء جو ہے انہوں نے اپنی مرضی سے لاہور سے اسلام آباد پھر لندن میں جا کر Tony Blair کی بیوی محترمہ Shaili Blair جو ہے وہاں ایک Law-Firm چلاتی ہے ان کو انہوں نے hire کیا۔ مجھے اندازہ نہیں ہے میں کہہ نہیں سکتا۔ مسٹر چیئر مین order اگر آپ in order کروادیں house مسٹر چیئر مین تو یہ جو وکلاء ہیں۔۔۔

وزیر محکمہ زراعت و کوآپریٹوز: ثناء صاحب! ایک چیز پوچھنا چاہتا ہوں کہ 2011-12ء میں جو آپ نے کہا کہ حکومت بلوچستان نے کیا فیصلہ کیا وہ صحیح تھا یا غلط؟ اور آپ نے سپریم کورٹ کے فیصلے کو کیا کہا، یہ بلوچستان کے عوام کے برعکس تھا؟ اور وہ غلط تھا یا صحیح؟ یہ ذرا آپ clear کر دیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: جناب والا! وہ یہ ہے کہ جو حکومت بلوچستان نے اُس وقت اُس کو مانگ لائنس کیلئے درخواستیں دی گئیں۔

وزیر محکمہ زراعت و کوآپریٹوز: ذرا یہ بھی بتادیں کہ اقوام متحدہ میں جو کیس لے جایا گیا یہ بلوچستان حکومت یا پاکستان حکومت کی طرف سے کیا یا؟

جناب چیئر مین: انجینئر صاحب آپ چیئر کو مخاطب کر لیں ان کو بات کرنے دیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: اقوام متحدہ میں کوئی نہیں گیا۔ ورلڈ بینک کا ہے، اُس کو International Center

Exit کہا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے اس کو۔ وہ ورلڈ بینک کی ایک ثالثی کا ادارہ ہے۔ تمام دنیا کے جو ممالک ہیں انہوں نے اس کے حوالے سے دستخط کیئے ہیں کہ ہمارے جو بھی تجارتی تنازعات ہوں گے، ہماری سرمایہ کاری کے تنازعات ہوں گے، وہ ہم آپ کے accept میں لے آیا کریں گے۔ بشرطیکہ ہم نے آپ کے ساتھ کوئی معاہدہ کیا ہو۔ جناب والا! زمرک صاحب نے بڑا اچھا سوال کیا کہ 2011ء میں حکومت بلوچستان نے ان کی application جو ان کی درخواست تھی TCC نے، وہ مسترد کی۔ کیا وہ صحیح تھا یا غلط؟ میں اس لئے کہتا ہوں کہ وہ صحیح تھا۔ اس وقت میں سپریم کورٹ میں کیس چل رہا تھا۔ بلوچستان کی بیوروکریسی کو یہ پتہ تھا کہ ہماری چیزیں observe ہو رہی ہیں۔ اُس وقت جو درخواست جمع کی گئی تھی، وہ یہ تھا کہ 75% ٹی سی سی کا حصہ ہوگا۔ 25% حکومت بلوچستان کا۔ بشرطیکہ، بہت بڑا condition لکھا تھا۔ کیا ہے کہ حکومت بلوچستان 25% کیپٹل انویسٹمنٹ کرے۔ اور اس کے ساتھ پھر ہم 2% رائلٹی دیں گے۔ پوری دنیا میں کا پر، گولڈ پرائملٹی 4% ہے، 3.7% ہے۔ تو اس وقت جب یہ application ان کے سامنے آیا تھا میں اس وقت موجود نہیں تھا لیکن مجھے اتنا اندازہ ہے Because I was following Supreme Court proceedings میں اُس پر continuously comments بھی کرتا تھا، میں لکھتا بھی تھا۔ تو اس وقت یہ ہوا کہ حکومت بلوچستان کیسے ایک معاہدہ تسلیم کریگا کہ آپ میری زمین، میرے سونے اور چاندی کو اہمیت نہیں دیتے۔ آپ کہتے ہیں آپ میرے پاس investment میں partner ہیں، ایک شرط پر 25% اگر آپ 25% کے برابر کا پیسہ مجھے دیں گے۔ یعنی ہم اگر 100% ہم اگر 80 بلین ڈالرز جو خرچ کر رہے ہیں اس میں سے آپ 25% پیسہ دیں گے تو 25% منافع لے جائیں گے۔ اگر آپ کے پاس 25% فیصد نہیں ہیں، ہم آپ کو پیسہ قرض پر دیں گے۔ اور وہ پھر international rate پر ہم آپ سے interest rate لیں گے، plus 2% ٹی سی سی کیلئے اور interest لیں گے۔ تو انہوں نے جو agreement بنایا تھا اس کے مطابق تو بلوچستان کو لینے کے دینے پڑ جاتے۔ سونا بھی گیا، چاندی بھی، تانبا بھی۔ اوپر سے قرض بھی لیا وہ قرض بھی بیوروکریسی گاڑیوں میں کھا جاتے اور اس کے بعد بلوچستان کے عوام قرضہ پر قرضہ، پیسے پر پیسے دے جاتے۔ وہ کیا کہتے ہیں That was one of the worst type of agreement, drafted by a legal expert وہ جس نے بھی ڈرافٹ دیا تھا۔ میں آپ کو نہیں کہہ رہا ہوں کہ TCC کو کوئی چھوٹی چیز نہیں سمجھیں۔ دنیا میں 35 کے قریب اس وقت disputes ہیں، Barricks کے۔ افغانستان میں آئینہ کا پروجیکٹ پر کام کیوں رُک گیا ہے؟ اسلئے کہ وہاں وہ دوسرا Bidder آیا۔ پہلا Bidder وہ آ نہیں سکا، جب وہ دوسرے نمبر آیا اُس

نے ایک ہزار ساڑھیں کھڑی کروادیں افغانستان میں دو بڑے مائننگ کی بہت ہی transparent سے جو lease ہوئے تھے وہ ان پر آج تک کام شروع نہیں ہوا ہے۔ کرتے ہیں، دنیا میں لوگ سازش کرتے ہیں آج کل تو کسی کی اچھی بھیڑ بکری جو باہر باندھیں، لوگ چوری کر کے لے جاتے ہیں۔ وہ تو آپ کا سونا و چاندی ہے۔ آپ کے خیال میں کیا آپ کے خلاف سازشیں نہیں ہوگی؟ بات یہ ہے کہ آپ کی لیڈرشپ کتنی قابل، کتنی اہل، کتنی دانشمند ہے؟ وہ ان چیزوں کو سمجھتی ہے۔ ایک ایک لفظ قانون میں اور یہ جب میں آپ کو کہہ رہا ہوں کہ آج بلوچستان پھنسا، کیسے پھنسا؟ بلوچستان پھنسا ہے تین Addendums کی وجہ سے۔ یہ جو Chaghi Hill joint exploration venture agreement میں۔ دو دفعہ آپ نے ان کو جو relaxations دی۔ آپ پھنسنے ہیں، اس کی وجہ سے۔ میں اسی لئے کہتا ہوں کہ وہ ریکارڈ لائیں جو بھی بیورو کریسی اس وقت اس میں شامل حال تھی انکو تھکڑیاں لگائیں اور بلوچستان کے عوام کے سامنے پیش کریں۔ آپ کو سپریم کورٹ نے نہیں پھنسایا۔ آپ کو باہر کا وکیل بھی نہیں پھنسا سکتا ہے۔ آپ کا کیس تو سو روپے میں میں لڑ کے واپس آ جاتا۔ آپ نے اپنے آپ کو خود پھنسائے، یہاں Politicians پر بات آتی ہے۔ یہاں جن لوگوں نے رات کے اندھیرے میں یادن کی روشنی میں سیکرٹریٹ کے سرد کمروں میں یہ بیٹھ کے جو پالیسیاں بنائی ہیں، آپ کے 207 بلین ڈالر کا سونا اور چاندی ان غلط فیصلوں کی وجہ سے، آج آپ اُس میں پھنسنے ہوئے ہیں۔ لیکن اگر آج بھی آپ معاملات کو سمجھ سکیں۔ آپ Law کو سمجھیں۔ آپ اپنے حقوق کو سمجھیں۔ آپ دنیا کے اندر اپنی پوزیشن کو سمجھیں۔ جس طرح میں نے کہا کہ ہر جگہ آپ کیلئے گنجائش ہے even اُسی جو Laws ہیں، انہیں Laws میں آپ کیلئے گنجائش ہے۔ آپ بلوچستان کو اس دلدل سے نکال سکتے ہیں۔ لیکن اگر آپ جائیں گے اسلام آباد میں، وکلاء کو بلائیں گے۔ جس طرح ظہور صاحب نے دو ہفتے پہلے کیا ہے اور بلوچستان کا ایک نمائندہ بھی بیٹھانہ ہو، وہ اپنی مرضی سے بات کریں گے۔ وہ آپ کو کہیں گے، ہمیں اور دو ارب روپے دے دو۔ ہمیں چھ ارب روپے دے دو۔ ہم آپ کے کیس لڑ کے آئیں گے۔ ہمیں آٹھ ارب روپے اور دے دو۔ ہم بلوچستان کے غریب لوگ واسکٹ پہنے ہوئے، وہ سمجھتے ہیں، سونے اور چاندی والے ہیں۔ اچھا ایک اور۔۔۔

جناب چیئرمین: ثناء بلوچ صاحب! مختصر کر لیں بلکہ آپ conclude کر لیں۔ جو متعین وقت ہے، وہ ختم ہو گیا۔ پندرہ منٹ ہیں آپ کے رولز میں۔ پندرہ منٹ آپ نے بات کرنی ہے۔ پندرہ منٹ آپ کے rule میں لکھا ہوا ہے آپ اس سے تجاوز کر گئے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: ٹھیک ہے۔ جناب چیئرمین! کیا ہوتا ہے، اچھا! پھر جب ہمارا کیس international

center for settlement of investment dispute میں جاتا ہے تو ڈاکٹر شرم مبارک مند صاحب کو بھی یہاں سے لے جایا جاتا ہے۔ اور حکومت بلوچستان وہ ایک اچھا attempt تھا۔ لیکن ایک strategic attempt نہیں تھا ہم جب law میں ان چیزوں کو کرتے ہیں کبھی کبھی That was not a very legal strategic attempt at that time. وہ لے گئے یہاں سے انہوں نے کہا کہ جی بلوچستان میں ہم خود اپنا سونا، چاندی، تانبا نکالیں گے، refineries لگائیں گے۔ ہم اپنی indigenious جو کیا کہتے ہیں فیکٹری لگائیں گے۔ اور انہوں نے کیا بنایا بلوچستان کا پراگولڈ پراجیکٹ کے نام سے ایک ادارہ بنایا۔ اس کی approval نیشنل اکنامک کونسل نے 2010ء میں دی۔ اس کیلئے یہ فیصلہ طے ہوا کہ 8.8 بلین یعنی نو ارب کے قریب پیسہ جو ہے وہ وفاقی حکومت دیگا۔ اور پھر ہر سال 4.4 ارب، four point for billion جو ہے وہ پرائونٹل گورنمنٹ ہر سال دے گی تاکہ یہ جو بلوچستان کا پراگولڈ پراجیکٹ ہم بنا رہے ہیں indigenious، یہ ہم اپنی refinery لگائیں گے۔ ہم اپنے سامان لے آئیں گے۔ ہم بلوچستان کے اندر That was a good attempt ہو سکتا ہے، intentions بڑے اچھے تھے۔ لیکن اس کے پیچھے اب کیا بیوروکریسی حکومت کیا ہوتی ہے۔ پھر گورنمنٹ کے process کے تحت prolong وہ کرتا ہے، technically کتنے issues ہیں، legal issues ہیں۔ جب یہ پیسے آئے۔ جناب والا! پہلے دو سال میں جو جتنے پیسے release ہوئے۔ پہلے تو جن لوگوں کو انہوں نے appoint کیا تھا۔ بیوروکریسی بیٹھے ہوئے تھے، وہ پیسے خرچ ہی نہیں کر سکے۔ ٹینڈر ہوئے، cancel ہوئے۔ جس طرح ابھی بھی بلوچستان میں ہو رہا ہے corrigendum آیا۔ پھر cancel ہوئے۔ ٹینڈر ہوئے۔ لوگ کورٹ میں چلے گئے، یہ ہوا تو جناب والا! ایک ارب ساٹھ کروڑ روپے بلوچستان کا پراگولڈ پراجیکٹ پر لگائے گئے۔ اس کی گاڑیاں بھی یہاں پڑی ہوئی ہے، گورہ قبرستان کے سامنے وہاں کا پراگولڈ پراجیکٹ کا قبرستان بنا ہوا ہے۔ وہاں مردہ گاڑیاں کھڑی ہوئی ہیں۔ مردہ بلڈوزرز کھڑے ہوئے ہیں۔ مردہ ٹریکٹرز کھڑے ہوئے ہیں۔ مردہ excavators کھڑے ہوئے ہیں۔ مردہ خانے ٹائپ کی چیزیں بنی ہوئی ہیں۔ وہاں جو لیب ریفری کیلئے پندرہ بیس کروڑ کا سامان لایا گیا تھا وہ سارا پڑا ہوا ہے۔ آپ کو ایک بلوچستان کا پراگولڈ پراجیکٹ کا مردہ خانہ میوزیم بھی وہاں نظر آئے گا۔ یہ بلوچستان میں ہوتا رہتا ہے۔ بلوچستان کے ساتھ یہ زیادتی ہوئی۔ اب ہوا کیا؟ یا تو بلوچستان کا پراگولڈ پراجیکٹ کو بند کرنا نہیں چاہیے تھا۔ بلوچستان کا پراگولڈ پراجیکٹ کو ambitious, energetic, visionary, mines and minerals سے related ایک ایسے شخص کو دیا جاتا جو واقعی اسکو کامیاب بناتا۔ لیکن آج آپ نے اسکو کامیاب بنا نہیں سکے، لوکل

گورنمنٹ کو اسکے excavators دیے جارہے ہیں۔ بابا! وہ ماننگ کیلئے ہے۔ وہ کوئی دیوار گرانے کیلئے نہیں ہے۔ وہ کوئی نالی کھودنے والے dumpers، loaders، excavators، یہ نہیں ہیں۔ وہ ایک الگ topic ہے۔ کوئی بھی ہو، مینگل، مری، جام ہو، خدا کیلئے اس کو ہتھکڑی لگا کے لے آئیں۔ کوئی اس کو support نہیں کریگا۔ جس نے 1993ء سے لیکر آج تک، اُس میں اگر میرا بھی کردار نظر آ جاتا ہے، خدا کیلئے that's why ہم کہتے ہیں کہ بلوچستان میں accountability ہے نہیں، یہ ہونا چاہیے۔ کوئی بھی اس میں ملوث ہے، ان تمام معاملات میں ان کو سامنے آنا چاہیے۔ جناب والا! میں آتا ہوں آخر میں آپ دیکھیں ICSID کا جو فیصلہ آیا ہے۔ آپ کہتے ہیں وقت کی کمی ہے، ورنہ یہ بہت ہی interesting case ہے بلوچستان کی تاریخ کا گولڈ کاپر کے حوالے سے۔ اب میں آتا ہوں جناب والا! پھر کیا ہوا Pakistan-Australia Bilateral Agreement ہوا، یہ بھی TCC کی اپنی خواہش اور کوشش تھی کہ ہماری اتنی بڑی investment ہے، ہم اسکو محفوظ کر سکیں۔ ابھی اس فیصلے کے بعد ہم کیا کر سکتے ہیں؟ آتا ہوں میں way-forward پر۔ بلوچستان کے پاس راستے کیا ہیں۔ بلوچستان کا سب سے محترم ادارہ یہ ہے۔ اگر کوئی مانتا ہے یا نہیں مانتا ہے۔ اس میں اہل جتنے ہم لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، اپنے اپنے علم و دانست کے حوالے سے اہل لوگ ہیں۔ ہم سب کی عزت کرتے ہیں چاہے اپوزیشن میں بیٹھے ہیں، حکومت میں بیٹھے ہیں۔ اگر بلوچستان کے کاپر گولڈ کے حوالے سے اگر کوئی decision ہونی ہے۔ کیا ہم نے اس کو انٹرنیشنل کورٹ میں challenge کرنا ہے؟ ہم نے کون سی Law-Firm hire کرنی ہے ہم نے اس کو اپنی لوکل کورٹ کے ذریعے سے ایک بڑی important چیز ہوتی ہے legally کہ ICSID کا decision ہے وہ implement نہیں سکتا ہے۔ جو public policy کا Law ہے۔ یہ جو میں نے آپ کو نیویارک کنونشن کا بتایا ہے۔ اس کے اندر آپ انٹرنیشنل اگر arbitration میں گئے ہیں arbitration اگر کوئی فیصلہ دیتا ہے انٹرنیشنل کورٹ، اُس کو لوکل کورٹ روک سکتی ہے۔ implementation یہاں ہونا ہے اُس نے۔ جب implementation نہیں ہوگی وہ فیصلہ اُدھر ہی محدود رہیگا۔ اور میرے خیال میں دوراستے ہیں آپ کے پاس۔ انہوں نے TCC نے اس سے پہلے ہمیں بیوقوف بنایا۔ پیسے کے ذریعے سے، چمک کے ذریعے سے، لالچ کے ذریعے سے۔ ہماری نالائقوں کا فائدہ اٹھایا۔ لیکن آج بلوچستان میں ماشاء اللہ کچھ پڑھے لکھے لوگ ہیں۔ cabinet میں بھی ہوں گے۔ حکومت میں بھی ہیں۔ اپوزیشن میں ہیں۔ اگر TCC بات کرنا چاہتا ہے تو جس طرح میں نے پہلے کہا انہوں نے 25% کا option دیا تھا۔ 75% کا options ہے۔ اس میں کچھ conditions لگائی تھیں۔

without capital investment اگر وہ بیٹھتے ہیں، بلوچستان کا شیئر 30% سے 35% لے جائیں بلوچستان ایک روپیہ، ایک پیسہ نہیں دیگا۔ جب وہ اپنا سونا، چاندی اور زمین آپ کو دے رہی ہے، اس کے علاوہ کیا investment ہوتی ہے؟ آپ کا وہ جو کیا کہتے ہیں sharing magic grounds ہیں ہمارا، وہ ہماری زمین ہے، ہمارا سونا ہے، ہماری چاندی ہے، ہمارا تانبا ہے۔ ہم آپ کو security دیں گے۔ ہم آپ کو acces دیں گے ہم آپ کو اور ساری چیزیں یہاں فراہم کریں گے ہم اپنی environment کو تباہ کر رہے ہیں، ہم آپ کو اور ساری چیزیں فراہم کر رہے ہیں، یہ سارہ cost ہے ہم یہ capital cost آپ کو دیں گے ہم روپیہ پیسہ نہیں دیں گے 30% سے 35% ہمارے ساتھ بیٹھیں گے یہ ہمارے ساتھ طے کریں۔ ہندوستان میں 3.9 پرسنٹ پرکاپر کی رائٹٹی ہے انڈونیشیا میں دنیا کا دوسرا سب سے بڑا کارپر، گولڈ کا ذخیرہ ہے وہاں 4% پر رائٹٹی لی جا رہی ہے۔ بلوچستان میں کیوں نہیں؟ ہم کوئی یتیم ہیں کہ ہمارے فیصلے اسلام آباد والے کریں؟ کبھی آپ 2% رائٹٹی ہمیں دیتے ہیں۔ کبھی ایک پرسنٹ دیتے ہیں ہمیں۔ ہماری رائٹٹی کو ensure کیا جائے international standards کے مطابق۔ تیسری بات یہ ہے کہ اگر بلوچستان کوئی اس کو legally contest کرنا چاہتا ہے۔ تو وہ کمیٹی بلوچستان اسمبلی کی form ہو کر جائے۔ اور اس کے clear rules ہوں clear terms of refrence ہوں کہ ہم نے کن بنیادوں پر بلوچستان کے سونے، تانبے اور چاندی کی کیس کا دفاع کرنا ہے۔ ہم نے کن بنیاد پر اس کیس کو لڑنا ہے۔ کون سی دنیا کے بہترین وکلاء ہیں ہم ان کو hire کر سکتے ہیں کیونکہ ہمارے ساتھ یہی ہوگا اسلام آباد میں بہت سے لوگ ابھی بھی بیٹھے ہیں TCC اوپر سے ان کو influence کر سکتا ہے۔ پیسے دے سکتا ہے کہ آپ جی فلاں کو وکیل کرنے کی بجائے فلاں کو وکیل بنائیں۔ جس طرح انہوں نے RIAA Law Firm کے تحت کیا تھا۔ ہماری ساری قوانین انہوں نے بنایا تو آپ کے خیال میں آپ کو چھوٹے سے مرحلے میں آپ کو دھوکا کوئی نہیں دے سکتا ہے اس میں آپ کو بڑی تیزی بڑی چالاکی، بڑی ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ اور یہ terms of reference اس کی اسمبلی میں طے کریں گے۔ اگر cabinet نے طے کیا، خدا کی قسم ہم سڑکوں پر نکل آئیں گے۔ اگر ریکوڈک کا فیصلہ cabinet میں ہوا یا کسی کمیٹی میں ہوا، یا اسلام آباد میں، یا خاموشی سے ہوا ہم بلوچستان کے عوام اور بلوچستان کی اپوزیشن جو ہے کسی کو بھی آرام اور سکون سے بیٹھنے نہیں دے گی۔ یہ فیصلہ بلوچستان کی All Committee بنائیں بلوچستان کی یہاں پارلیمنٹ کی ایک مشترکہ strong committee بنائیں۔ اس کے financial implications، اس کے technical implications، اس کے natural resources کے حوالے

future generation سے investment implications، اس کے ہماری آنے والی generation پر implication ان سب کو تفصیل کیساتھ یہاں discuss ہونا چاہیے۔ اور اس کے بعد ہم جا کے اپنا کیس کا دفاع کریں۔ میں آپ کو یقین سے کہہ سکتا ہوں ہم بلوچستان کا کیس، آپ اربوں روپے دینے کی بجائے ہم صرف لاکھوں ڈالرز میں جو ہمارا کرایہ بنتا ہے، وہاں تک جائیں، ہم بلوچستان کا کیس جیت سکتے ہیں۔ دنیا میں بڑے اچھے Arbitrators بیٹھے ہوئے، even ICSID میں بڑے اچھے Arbitrators بیٹھے ہیں جو بلوچستان کے اس critical situation کو ان dynamics، بلوچستان کے اندر natural resources conflict کو جانتے ہیں۔ اور پھر میری یہ گزارش ہے جام صاحب ہمارے پاس اللہ تبارک و تعالیٰ نے natural resources دیے ہیں۔ یہ ہمارے لئے عذاب ثابت ہو گئے ہیں۔ اس کی وجہ transparency کا نہ ہونا ہے۔ ریکوڈک کو ساتھ رکھتے ہوئے، آپ حکومت بلوچستان کی طرف سے EITI کا جو آگے standard ہے، ان کا جا کے معاہدہ sign کریں۔ اگر حکومت پاکستان نہیں کرتا ہے، نہ کرے۔ حکومت بلوچستان اس کو کہتے ہیں extractive industries transparency international کا جو ادارہ ہے 2016ء سے بنایا ہے۔ دنیا کے تمام ممالک نے اس کے standard کو جا کے follow کر رہے ہیں۔ انہوں نے sign کیا ہوا ہے۔ وہ آپ کو support دیں گے۔ وہ آپ کو ٹینڈرز کے documents بنانے میں support کریں گے، transparency اور شفافیت کے حوالے سے support کریں گے۔ وہ آپ کو مفت مشورے اور رائے فراہم کریں گے۔ دنیا میں بڑے بڑے اچھے ادارے پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ ہے کہ جناب جام صاحب! آپ کی اور آپ کی حکومت خدا کیلئے یہ بند کروں سے فیصلے نکالیں، transparency کا پہلا عمل یہ ہے کہ کوئی بھی بات کوئی بھی فیصلہ ہونا ہو، وہ اس ادارے میں ہونا چاہیے۔ تاکہ پبلک اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں۔ ریکوڈک، سینڈک، پی پی ایل، ہمارے آنے والا معاہدہ۔ میری اپنی قرارداد پڑی ہوئی ہے۔ تحریک التوا۔ PPL کے حوالے سے پڑی ہوئی ہے۔ جام صاحب! اس معاہدے میں خود شامل تھے PPL۔ نے ہمیں دن دیھاڑے بیوقوف بنایا۔ اور ہمیں پتہ نہیں ہے۔ ہماری آئل اینڈ گیس روزانہ ہر سال میں energy book اٹھاتا ہوں۔ کہتا ہے بلوچستان کی گیس کم ہوتی جا رہی ہے۔ میں اپنی ایک چھوٹی سی research کے تحت یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ بلوچستان کی گیس کی production بڑھی ہے، وہ کم نہیں ہوئی ہے۔ لیکن کیوں؟ جب یہ لکھتے ہیں energy-book میں بلوچستان کی گیس کی production کم ہوئی ہے۔ این ایف سی ایوارڈ میں سالانہ بلوچستان کی بیس سے پچیس ارب روپے جو ہیں وہ ہماری چوری ہوتی ہیں۔ بلوچستان

کیساتھ اب بھی دن دیہاڑے اس لئے زیادتیاں ہو رہی ہیں کہ حکومت یہ سمجھتی ہے کہ ہم نے اپنی حکومت بنائی cabinet میں بیٹھ کے ہم فیصلے کریں گے۔ اسلام آباد میں بیٹھ کے وکلاء hire کریں گے۔ کسی معاہدے میں ہم جائیں گے۔ ہمیں اپوزیشن سے کوئی کام نہیں ہے۔ کیونکہ ہم نے حکومت بنالی ہے۔ ایسا نہیں ہے جناب والا! یہ حکومت کا کام نہیں۔ یہ بلوچستان کے عوام کی ملکیت ہے اور اس کا فیصلہ بلوچستان کے عوام کرے گی۔ اگر ریکوڈک حکومت بلوچستان کی ملکیت ہوتی، میں ایمان سے کہتا کہ اس کا فیصلہ آپ کریں، یہ ہماری آنے والی نسلوں کے assets ہیں۔ اُن کا سرمایہ ہے۔ لہذا اس کا فیصلہ، اس طرح کے public-forum اور open-forum میں ہونی چاہیے۔ ہماری کسی بھی جگہ پر ضرورت پڑی، اس قومی مسئلے میں آپ کے ساتھ ہیں۔ اس میں کوئی اپوزیشن اور حکومت کا کردار نہیں ہے۔ ہماری مشورے چاہیے، ہماری معاونت چاہیے، آپ کو کسی دنیا کے international forum میں ماری legal and constitutional expertes چاہیے، آپ کو دنیا کے international fourm میں expert لوگوں کیساتھ connect کرنے کی ضرورت ہے۔ We have all these capacities, we have got all those resources ایک دوسرے پر بھروسہ کرنے کی بات ہے۔ اور بلوچستان کے معاملات کو آگے بڑھانے کی بات ہے۔ شکر یہ جناب چیئرمین! امید ہے کہ ان تمام مشوروں کو حکومت کی طرف سے کوئی پیشرفت ہوگی۔ اور اس کو اگر ایک قرارداد کی صورت میں اگر آپ منظور کروادیں تو مہربانی ہوگی جو ہماری سفارشات ہیں۔ شکر یہ جی۔

جناب چیئرمین: شکر یہ ثناء بلوچ صاحب، جی انجینئر صاحب۔

وزیر محکمہ زراعت اور کوآپریٹوز: شکر یہ جناب چیئرمین صاحب! ثناء صاحب نے تو بہت ماشاء اللہ presentation کہہ دوں، ایک عجیب presentation دی اور اپنے views دیئے ریکوڈک کا صرف مسئلہ نہیں ہے ثناء صاحب کہ آپ صرف ریکوڈک کو ہی دیکھتے ہو اور صرف اس گورنمنٹ کو جو آپ نے جام صاحب کو مخاطب کر کے کیا آپ نے کوئی فیصلہ کیا۔ جام صاحب نے تو میرے خیال سے ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کیا اور ریکوڈک کا فیصلہ کرتے ہوئے بھی انشاء اللہ یہاں آئے گا اور ایک جمہوری انداز میں اس فیصلے کو دیکھیں گے، آپ کو on-board لیا جائیگا۔ اور سب کو on-board لیا جائیگا۔ لیکن ہر فیصلہ جو ہے وہ cabinet سے ہو کے آتا ہے، direct کبھی بھی وہ اسمبلی میں نہیں آتا ہے اور جو بھی agreement ہوگا وہ آپ کے سامنے ہوگا یہاں اکثریتی رائے سے اس کو منظور کیا جائیگا۔ لیکن میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں 1992ء سے 1993ء سے جو یہ معاہدہ ہوا تھا آپ کہتے ہو کہ سب کو ہتھکڑی لگاؤ۔ ثناء صاحب! سب کو دیکھ لیں۔ جتنی گورنمنٹ یہاں سے گزری ہوئی ہیں، آج تک، تو آپ

ان کے نام تو لے لو کہ کس نے غلطیاں کی ہیں۔ اور کیوں اس طرح ہوا کہ کچھ کمیشن کی خاطر 1902-1903ء سے لیکر اب تک ریکوڈک اور یہاں کے مختلف وسائل کو جو ہیں وہ دیئے گئے یا فیڈرل کو یا foreign companies کو ریکوڈک تو میں سمجھتا ہوں یہ میری اپنی view ہے کہ جب گیا رہ، بارہ میں جو کیس کیا گیا اور جو ہماری گورنمنٹ اس وقت نواب اسلم رئیسانی صاحب بیٹھے ہوئے تھے ان کے خلاف انہوں نے فیصلہ دیا کہ ہم اس agreement نہیں مانتے ہیں اور کس بنیاد پر دیا اٹھ سے دس holes کی ان کی جو ہے صرف exploration کا جو ہے ان کو لائسنس دیا گیا تھا۔ اور انہوں نے وہاں جتنے بھی holes تھے ان کی انہوں نے دعوے شروع کیئے TTC میں اور یہ کہا کہ جی ہم ساروں کو لائسنس مل جائیگا ہم نے یہ کہا کہ جتنے refineries ہونی ہیں وہ بلوچستان میں ہونا چاہیے۔ سینڈک میں جتنا بھی ہمیں profit ملا ہے تو آپ کیا سمجھتے ہیں کہ یہ ہمیں زیادہ profit ملا اس کا جو زیادہ فائدہ جو ہے وہ چائنانے اٹھا لیا سب کچھ خام مال وہاں جاتا ہے وہاں refine ہوتی ہے ہمیں کچھ پیٹہ نہیں چلتا ہے کہ کتنا سونا نکلتا ہے کتنا کا پر نکلتا ہے میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ ایک اچھا فیصلہ جو سپریم کورٹ نے دیا اور وہاں اس وقت کی گورنمنٹ نے دی چھ ارب ڈالر کا ہم پر جرمانہ ہوا ہے میں کہتا ہوں اگر یہ جرمانہ نہ ہوتا تو ثناء صاحب آپ کیا سمجھتے ہو کہ 2011ء سے لے کے 2019ء تک TTC کتنے ارب ڈالر کی کمائی یہاں سے کر دیتا۔ میں تو کہتا ہوں چھ ارب کیا چھ سو ارب روپے ابھی وہ لیجاتے یہ تو پھر بھی بچت ہوگئی ہے ہماری ابھی کمزوریاں جو ہیں وہ نہیں دکھانی چاہیے۔ ابھی ہم نے کیس کو اگر ہارا یا جیتا ہمارا اگر نقصان ہوا ہے یا فائدہ ہوا ہے لیکن میری یہ سوچ ہے کہ ہم نے بلوچستان کے عوام کے سرمایہ کو بچا لیا چھ ارب ڈالر دو لگے لیکن چھ سو ارب ڈالر آپ نے بچا لیے ورنہ وہ TTC ابھی ریکوڈک کو لوٹ کر لے جاتا۔ ابھی بھی کچھ نہیں بچتا ہمارا سونا بھی چلا جاتا ہمارا کا پر بھی چلا جاتا لیکن یہ تھا کہ سپریم کورٹ نے فیصلہ کیا اور ہمارے عوام کی حقوق کو انہوں نے تحفظ دیا لیکن اگر ہم کیس ہارے ہیں اس بنیاد پر جو آپ کے پاس technical لوگ نہیں ہیں آپ کے پاس اچھے وکیل نہیں ہیں آپ کہتے ہو کہ پیسے ہمارے پاس نہیں ہیں تو وہ ہماری کمزوری ہے اس وقت کی گورنمنٹ کی کمزوری ہے یا یہ پانچ سال جو گورنمنٹ گزری ہے۔ انہوں نے کیا کارکردگی کی ہے؟ انہوں نے ریکوڈک کے لئے کونسی سی قربانی دی ہے؟ وہ کہاں تک پہنچے؟ میں تو کہتا ہوں کہ یہ پانچ سال جو گورنمنٹ گزری ہے ڈاکٹر صاحب سے لے کر نواب صاحب تک اور پھر جب ختم ہونے تک یہ انہوں نے وہ کردار ادا نہیں کیا جو ان کو کرنا چاہیے۔

(خاموشی۔ اذان مغرب)

جناب چیئرمین: جی زمرک صاحب۔

وزیر محکمہ زراعت اور کوآپریٹوز: تو میں جناب چیئرمین صاحب! یہ کہنے والا تھا کہ پچھلی گورنمنٹ میں جو ہوا اور اس گورنمنٹ کی تو ثناء صاحب نے بات ہی نہیں کی کہ پچھلے پانچ سال کی گورنمنٹ میں ریکوڈک کے ساتھ کیا ڈرامہ کیا، تماشہ ہوا اور کس طرح سے ان کو support نہیں ملی۔ تو اسی وجہ سے ہم اس کیس کو ہارے اور آج ہم پانچ ارب یا چھ ارب ڈالر کا جو جرمانہ ہم پر پڑا ہے۔ لیکن میں مختصراً اتنا کہوں کہ پچھلی گورنمنٹ کا نزلہ ہم لوگوں پر نہیں ڈالیں۔ نہ جام صاحب پر ڈالیں۔ ہم جمہوری طریقے سے اسلام آباد میں بھی لڑیں گے اپنے حقوق کے لئے۔ آج اگر ریکوڈک پر لڑا ہے تو آپ کے پانچ سال والے چیف منسٹر نہیں لڑے ہیں۔ آپ کے ریکوڈک کا آپ ذرا اٹھالیں یہی جام صاحب نے وہاں جا کے بات کی۔ اور وہاں اس پر stand لیا کہ جی بلوچستان میں مغربی route بھی ہونا چاہیے اور جو بھی ہمارے فائدے کی بات ہے چاہے وہ industries ہیں چاہے وہ power-energy کے projects ہیں سب ہمیں ملنے چاہیے۔ آج اگر ریکوڈک ہے تو اس پر آپ 1992ء سے لے کے ابھی تک ثناء صاحب آپ کم از کم آج تک تو گورنمنٹ نے کوئی فیصلہ تو نہیں کیا ہے کہ آج ہمیں پہلے سے آپ alert کر لیتے ہو کہ نہیں ہم روڈوں پر نکلیں گے آج تک تو کچھ ہوا بھی نہیں ہے۔ اب تو ہم سوچ رہے ہیں کہ اس چھ ارب ڈالر کا کیا کریں اس کے لئے تو آپ نے کوئی وہ نہیں دیا اور اس پر میں آپ کو ایک چیز بتا دوں ایک تجویز میری ہے آج TTC جو ہے ہماری کمزوری کا فائدہ اٹھائے گا وہ ہمارے اس چھ ارب ڈالر کو سامنے رکھ کے کہتے ہیں کہ جاؤ ہمارے ساتھ وہ agreement کریں۔ جو وہ اپنی مرضی سے چاہتے ہیں لیکن میں جام صاحب کو اپنی طرف سے یہ مشورہ دوں گا اپنی گورنمنٹ کو دوں گا کہ ہم نے وہ کمزوری نہیں دکھانی ہے کہ ہم نے اس جرمانے کی خاطر ہم اپنا سب کچھ داؤ پر لگا کے پھر اس کی جھولی میں ڈال دیں۔ ہم نے وہ international جتنی companies ہیں، جتنے بھی investors ہیں ان سب کو ابھی بھی بلانا چاہیے جو بھی آپ thirty کرتے ہو، thirty five کرتے ہو، forty کرتے ہو، بالکل ہم نے اس بنیاد پر یہ agreement کرنی ہے کہ اس میں بلوچستان عوام کا فائدہ ہونہ کہ بلوچستان کے گورنمنٹ کو ہونہ کہ حکومت پاکستان کی فائدے کی ہو ہم نے یہ نہیں دیکھنا ہے کہ پچیس پرسنٹ جس طرح انہوں نے کیا تھا کہ پچیس پرسنٹ کی investment بھی بلوچستان گورنمنٹ بھی کرے گی تو تب ان کو جو ہے فائدہ پہنچے گا یہ تو غلط تھا اس کی تو ہم نے مخالفت کی اور اسی بنیاد پر 2011ء اور 2012ء میں اس agreement کو ہم نے cancel کرنے کی کوشش کی۔ اور ہو بھی گئی اور سپریم کورٹ نے بھی اس معاہدے کو cancel کیا۔ تو یہ ہم ابھی بھی کہتے ہیں کہ انشاء اللہ سب کچھ جام صاحب کے ہم ساتھ ہیں۔ اور انشاء اللہ فیڈرل میں ہم نے کبھی ایسی سودا بازی نہیں کی ہے کہ وہ بلوچستان کے حقوق کے ہم سودا بازی کریں۔ اور یہاں عوام کو اکیلے چھوڑ کے ہم اپنی بات کریں

انشاء اللہ ریکوڈک کو بھی جام صاحب بہتر طریقے سے سمجھتے بھی ہیں اور اس نے فیڈرل کو سب کچھ دکھا بھی دیا ہے۔ ان کی knowledge بھی اتنی ہے کہ وہ ہر ایک issues پر بات بھی کر سکتے ہیں اور سمجھتے بھی ہیں۔ تو مجھے امید ہے کہ جام صاحب اس حقوق کے لئے لڑیں گے بھی اور بلوچستان کے عوام کے لئے فائدہ بھی لائیں گے، شکر یہ۔

جناب چیئر مین: جی ملک نصیر شاہوانی صاحب۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: شکر یہ جناب چیئر مین صاحب! میرے خیال میں ریکوڈک کے مسئلے پر ثناء بلوچ نے جو تفصیل سے باتیں کی۔ اور اس کی پوری تاریخ پر جب سے یہ منصوبہ شروع ہوا ہے، مختلف اوقات میں اس پر کیا ہوتا رہا، اس کے متعلق بھی باتیں کی ہیں۔ اصل میں جو موجودہ issues ہیں اس وقت اٹھ چکی ہیں کہ ریکوڈک کیس میں بلوچستان کو پانچ ارب 97 کروڑ ڈالر زکا ج مانہ کیا گیا ہے۔ ہم نے مثالیں دی ہیں۔ ہمارے دوستوں نے گزشتہ حکومت، گزشتہ حکومت، یہ گزشتہ حکومت کی رٹ تو ہم ہمیشہ لگاتے ہیں۔ جناب چیئر مین صاحب! لیکن موجودہ حکومت جو ایک سے سال وجود میں آئی ہے ہم اس سے بھی یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ اسی ریکوڈک پر جب پانچ ماہ قبل ہم نے مسلسل دو دن تک ہم اس پر باتیں کرتے رہے اور اس کے بعد ایک کمیٹی بنائی کہ یہ ریکوڈک کا مسئلہ بڑا احساس مسئلہ ہے اور یہ سینڈک کا مسئلہ پر بھی ہم نے بات کی۔ اس کے لئے بھی کمیٹی بنائی۔ اور آج تک اس پانچ ماہ کے اندر اس کمیٹی کا ایک اجلاس بھی اس لئے نہیں ہوا کہ اس کمیٹی کے اندر اپوزیشن سے تعلق رکھنے والے چند لوگ بھی شامل ہیں۔ جب ہم کہتے ہیں کہ یہ بلوچستان ہم سب کا ہے یہ ہم سب کا وطن ہے اور اس کی وسائل پورے بلوچستان کے عوام کی ہیں۔ پھر انجینئر میرا دوست بھی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ سب سے پہلے ہم کابینہ میں فیصلہ کر کے پھر اس ایوان میں لائینگے۔ میں کہتا ہوں کہ آپ کابینہ میں سو دفعہ اس بات کو discuss کر لیں لیکن اس ایوان کی اہمیت اس لئے زیادہ ہے کہ جب یہ ایوان کوئی کمیٹی بنا دیتی ہے، یہ پوری ایوان کی متفقہ رائے سے جب یہ طے ہوتا ہے کہ اس مسئلے کو یہ کمیٹی discuss کرے گی تو سب سے پہلا فرض ہماری حکومت کی ہوتی ہے کہ اس کمیٹی کو functional بنائیں۔ میرے خیال میں ثناء بلوچ بہت طویل تقریر بھی کرتے ہوں گے۔ ثناء بلوچ کی باتوں میں شاید حکومت کے دوست کچھ ناپسند بھی کرتے ہیں۔ اس کی پوری تقریر کے دوران ہم دیکھتے رہے کہ ہمارے قائد ایوان سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے بلکہ وہ مکمل ہنستے رہے۔ اور شاید چہ میگوئیوں میں وہ مصروف ہوتے رہے۔ یہ ثناء بلوچ کا مسئلہ نہیں ہے۔ مسئلہ بلوچستان کا ہے۔ اور بلوچستان کے قائد ایوان کا سنجیدگی کا یہ مظاہرہ ہے تو میرے خیال میں پھر اس بلوچستان کا اللہ ہی حافظ ہے۔ بہت سے ایسی باتیں ثناء بلوچ نے کی ہیں جو میرے خیال میں کہ وہ اس پر ہم سب کو سوچنا چاہیے تھا۔ اور انجینئر نے تو پھر ایک عجیب سی بات کہہ دی تھی کہ یہ جو پانچ ارب اور 97 کروڑ ڈالر ہیں، یہ پرواہ نہیں یہ

بلوچستان کی حکومت دے دے اور یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ ہم نے اس اپنے منصوبے کو بچایا ہے۔ میرے خیال میں اس بلوچستان کی جو ہم بجٹ بناتے ہیں، یہ بلوچستان بد قسمتی سے اس کی آج بھی deficit-budget ہے۔ اور آج تک یہ صوبہ اپنی بجٹ بنانے کی پوزیشن میں نہیں پھر ساری زندگی ہم بیٹھ کر ان کمپنیوں کے قرض ادا کرتے رہیں گے۔ کیونکہ بلوچستان کے ساتھ پھراتے وسائل ہیں اور وہ اس پر بھی فخر کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم اس منصوبے کو بچالیا۔ میرے خیال میں جناب چیئر مین صاحب! یہ ان کی غیر سنجیدگی کا مظاہرہ ہے جو اس ایوان میں ہمیشہ کرتے رہتے ہیں۔ اور جب بھی اس قسم کا ایک اہم مسئلہ شروع ہو جاتا ہے، جس پر بحث ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ یہ ایوان کچا کچا بھرا ہو۔ اور یہ صوبے کا اتنا بڑا وسائل اس پر ہم بحث کریں۔ اس پر باتیں کریں۔ اس پر سنجیدگی کا مظاہرہ کریں۔ لیکن یہ ایوان خالی ہوتا جاتا ہے۔ ثناء بلوچ نے بالکل آج ایک طویل اور لمبی ضرور کی۔ لیکن ثناء بلوچ کی باتوں میں کچھ ایسی باتیں تھیں کہ جو اس صوبے کی مفاد میں تھیں۔ جب ہم کہتے ہیں کہ یہ صوبے کی مفاد میں ہم مشترکہ ثناء بلوچ نے تو یہ پیشکش کی کہ ہم صوبے کے مفاد میں میرے خیال میں ہم نے کبھی اس بات کا اظہار نہیں کیا کہ ہم آپ کے کابینہ کے فیصلوں میں بیٹھ کر ہم اس حصہ بنیں۔ اور بہت سارے ایسے کام ہیں جو اس کابینہ کے اپنے اختیار میں ہیں وہ فیصلے، وہ کابینہ ضرور کر لیتا ہے۔ لیکن بعض ایسی چیزیں ہیں کہ فرض کر لیں سینڈک ہے یا ریکوڈک، جس کے لئے کمیٹی بنائی گئی ہے۔ اگر پانچ ماہ کے بعد بھی ان پر کوئی میٹنگ نہیں ہوتی ہے تو میرے خیال میں یہ حکومت کی بددیتی کا ایک اظہار ہے اور یہ حکومت ایسا کرے گی بھی نہیں۔ میرے خیال میں جو مشورے ثناء بلوچ نے دیئے ہیں، یہ فیصلے میرے خیال میں اس موجودہ جو ہماری کمیٹی ہے، اس کے ہوتے ہوئے بھی یہ جا کے اس فیصلے کو کابینہ میں لیجائیں گے۔ پھر اس قسم کا کوئی ایسا غلط فیصلہ کر ڈالیں گے کہ آنے والے دنوں میں جب کوئی یہ اسمبلی بیٹھے، گا پھر ہمیں مثالیں دے دینگے کہ یہ سابقہ حکومت کا ایک فیصلہ تھا۔ تو آج یہ سوچنے کا موقع ہے یہ سینڈک اور ریکوڈک کے حوالے سے میری معلومات اتنی تو نہیں ہیں لیکن جو مختصر معلومات میری یہ ہیں کہ یہ اہم اور اور بڑا احساس مسئلہ ہے۔ ہماری بددیتی اس میں شامل نہیں ہے۔ ہماری طرف سے دو چار دوست اگر اس میں شامل ہیں، جو ان projects کے بارے میں کچھ معلومات رکھتے ہیں۔ اگر حکومت ان سے کچھ فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو well-and-good نہیں تو یہ بلوچستان کی عوام کے وسائل ہیں۔ جس طرح ثناء بلوچ نے کہا اس کو ہم روڈوں پر بھی لائینگے۔ اس کو ہر اس forum پر لیجائیں گے کہ جس forum پر جو ہے بلوچستان کی عوام کا مفاد ہو۔ انہی الفاظ کے ساتھ جناب چیئر مین صاحب! میں ایک دفعہ پھر آپ کا شکر یہ ادا کرتا ہوں، بہت مہربانی۔

جناب چیئر مین: شکر یہ ملک صاحب۔ جی سردار یار محمد رند صاحب۔

سر داریار محمد خان رند: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط اَبَاكَ نَعْبُدُ وَاَبَاكَ نَسْتَعِیْنُ جناب چیئر پرسن صاحب! میں مختصراً آپ کو بتا دوں گا میری آسمیں کوئی تیاری نہیں۔ چند ایسے الفاظ ہیں یا comments میں دینا چاہتا ہوں ریکوڈک ایک ایسا پروجیکٹ تھا اگر اس کو seriously لیا جاتا اپنے مفادات کو چھوڑ کر بلوچستان کے عوام کے مفادات کو بڑا تصور کرتے تو آج یہ صورتحال شاید بلوچستان کی یہ نہ ہوتی۔ چند ٹکوں کی خاطر اپنا ضمیر اپنی دھرتی کے مفادات اپنے لوگوں کے مفادات کی قربانی نہ دی جاتی تو آج بلوچستان کا یہ حالت ہے کہ ہمیں بجٹ بنانے کے لیے ایک ایک ٹکے کے لیے مرکز کی طرف دیکھنا پڑتا ہے۔ جب تک مرکز ہمارے اوپر مہربانی نہیں کرتا اس وقت تک ہم اپنے صوبے کا بجٹ تک نہیں بنا سکتے ہیں۔ کاش کہ اس پروجیکٹ کے اندر ہم اپنی اس دھرتی کے مفادات یہاں کے عوام کے مفادات کو مد نظر رکھتے تو شاید آج یہ صورتحال بلوچستان کی نہیں ہوتی۔ میں فیڈرل منسٹر تھا ایک امریکن چیئر آف کامرس کا وفد آیا تھا تو اس میں ہم بیٹھے ہوئے تھے اس میں اس وقت چیئر آف کامرس اسلام آباد کے صدر تشریف فرما تھے میں بھی ادھر بیٹھا ہوا تھا کچھ امریکن بھی بیٹھے تھے کچھ اور لوگ بھی بیٹھے تھے تو انہوں نے کہا کہ ابھی یہ ہمارے پاس تشریف لائے تھے اور ہم نے ان سے میٹنگ کی ہے پھر یہ پرائم منسٹر ہاؤس تشریف لائے میں نے ان سے پوچھا کہ جی آپ۔ تو کہتے ہیں کہ ہم نے امریکن delegation سے پوچھا کہ آپ please ہمیں بتائیں کہ آپ پاکستان کے کراچی چیئر آف کامرس میں بھی گئے ہیں، لاہور میں بھی گئے ہیں یہاں بھی تشریف لائے کیا فرق محسوس کیا انڈیا میں اور ہم میں؟ انہوں نے کہا کہ بات اگر ہم سیدھا بتائیں حقیقت یہ ہے کہ آپ میں اور انڈین میں ہم نے کوئی فرق محسوس نہیں کیا۔ تھوڑا سا ہم نے ایک فرق محسوس کیا کہ انڈین جب ہمارے پاس negotiation کرنے آتے ہیں کوئی چیز خریدنے آتے ہیں تو وہ اگر ایک ہزار روپے کی ہوتی ہے تو وہ تین سو روپے سے شروع کرتے ہیں۔ کرتے، کرتے، وہ پانچ سو روپے میں وہ چیز اس پر agree کرتے ہیں۔ اور جب طے ہو جاتی ہے کوئی deal ہماری انڈین کے ساتھ۔ تو وہ آخر میں کہتے ہیں کہ ہمارا بھی کوئی حصہ دے دو۔ ہمیں بھی تھوڑا سا دے دو۔ اُس نے کہا پاکستان۔ اُس نے کہا کہ پاکستانیوں کی ایک بہت اچھی خوبی ہے وہ کسی

مقصد کے لیے جب ہم ان سے deal کرتے ہیں سب سے پہلے کہتے ہیں کہ ہمارا کمیشن بتاؤ، پھر ہم آپ سے agreement کریں گے۔ وہ negotiation کے بعد مانتے ہیں، ہمیں ہزار سے پانچ سو پر لے آتے ہیں۔ اور آپ کے لوگ اتنے اچھے ہیں سب سے پہلے کہتے ہیں کہ ہمارا کمیشن طے کرو۔ پھر ہم سے آگے بات کرو۔ تو ریکوڈک ایسا ایک پروجیکٹ تھا کہ اس دھرتی کے اوپر اللہ کی ایک blessing تھی ایک مہربانی تھی۔ جس کو ہم نے ضائع کر دیا ہے۔ زمرک صاحب بھی نہیں ہیں، ہمارے جن دوستوں نے تحریک التواپیش کی ہے وہ بھی یہاں نہیں ہیں۔ جب ان کی بات ہم نے سنی تو وہ ہماری بات بھی سن لیتے۔ میں کسی حد تک ان سے agree کرتا ہوں یہ کوئی طریقہ نہیں ہے یہ کوئی democracy نہیں ہے یہ ایک حلوائی کی دکان بھی نہیں ہے کہ آپ گئے حلوائی کی، کھائی، جا کے گھر بیٹھ گئے۔ جو بھی یہاں منتخب ہو کر آئے ہیں جو بھی اقتدار میں رہے ہیں اپوزیشن میں رہے ہیں ایک دن وہ وقت ضرور آئے گا کہ لوگ کھڑے ہو کر اس سے اپنی حساب مانگیں گے۔ وہ پھر انقلاب فرانس کی طرح یا افغانستان کی انقلاب ہو۔ جو مجھے پتہ نہیں ہے مگر آئے گا ضرور۔ کیونکہ ہم غریب کے منہ سے اس کا نوالہ چھین رہے ہیں۔ میں اپنی بات کرتا ہوں میری بھی ایک experience ہے 9 دفعہ میں اسمبلیوں میں رہا ہوں۔ جو بھی ایک دفعہ ممبر ہو جاتا ہے، وہ خوشحال ہوتا جاتا ہے خواہ وہ اپوزیشن میں ہو یا حکومت میں بلوچستان غریب سے غریب تر ہوتا جا رہا ہے کیا وجہ ہے اس کی کیونکہ یہ اسمبلی جو ہے یہ اس قوموں کی جہاں جس صوبے کی ہوتی ہے اس کا face ہوتا ہے۔ لوگ آتے ہیں سنتے ہیں اور ایک impression لے کر جاتے ہیں۔ میں دونوں دوستوں سے یہ ریکورڈ کروں گا کہ ہمارے چیف منسٹر صاحب یہاں بیٹھے ہیں لیڈر آف ہاؤس بھی ہیں کسٹوڈین آف ہاؤس بھی ہیں اس ہاؤس کے لیڈر بھی ہیں اور بلوچستان کے ایک کروڑ 20 لاکھ لوگوں کے custodian بھی ہیں۔ میں ان سے بھائی کے حیثیت سے وہ مجھ سے بہت چھوٹے ہیں لیکن میں ریکورڈ کروں گا جام صاحب آپ کو اللہ نے اتنی بڑی عزت دی ہے اتنا موقع دیا ہے تاریخ آپ کو یاد رکھے گی خواہ اچھے لفظوں میں یا برے لفظوں میں آپ کا نام بلوچستان کی تاریخ جب بھی دوہرائی جائے گی آپ کا اس میں ذکر آئے گا مگر میری خواہش ہے کہ اللہ نے جو آپ کو موقع دیا ہے آپ اپنی تاریخ اپنا وقت

سنہرے لفظوں میں لکھ کر جائیں۔ مجھے پتہ ہے کہ کن کمزور دیواروں کے اوپر جام صاحب کی حکومت بنی ہوئی ہے بہت سارے اختلافات ہمارے بھی جام صاحب کے ساتھ ہیں مگر اس weaknesses کے باوجود بھی ایک credit میں جام صاحب کو دوں گا آج میں ان کے ساتھ ہوں یا کل میں مخالف ہوں گا کہ آج تک بلوچستان کی نمائندگی انہوں نے اسلام آباد میں بہت بہتر طریقے سے کیا ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ جام صاحب معذرت کے ساتھ اللہ صرف اس میں آپ کو نہیں بخش دے گا کہ آپ پانچ وقت کی نمازی ہیں اور آپ قرآن شریف صبح اٹھ کر تلاوت کرتے ہیں اللہ نے جو آپ کو ذمہ داری ہے قیامت کے دن سب سے پہلے وہ پوچھی جائے گی۔ اللہ فرماتا ہے کہ تمہارے ذاتی اعمال تمہارے ہیں مگر خلق خدا اللہ کی مخلوق کا سب سے پہلے آپ سے پوچھا جائیگا اور ریکوڈک ایک ایسا پروجیکٹ ہے کہ بلوچستان کے لوگوں کے ساتھ اس دھرتی کے ساتھ بہت زیادتی ہوئی ہے۔ جنہوں نے اس کا agreement کیا ہے ان کا بھی احتساب ہونا چاہیے جنہوں نے اس project کو توڑا ہے ان کا بھی احتساب ہونا چاہیے۔ صرف یہ نہ ہو کہ یہ جی گزشتہ تھا اس کو چھوڑ دو۔ یہ آپ کا ماضی آپ کو نہیں چھوڑے گا آپ مستقبل کے لیے اپنے لیے بہتر فیصلے کر سکتے ہیں۔ جو فیصلے آپ کر گئے ہیں ان کا آپ کو حساب دینا پڑیگا اور ہم کسی ایسے فیصلے میں شامل نہیں ہوں گے کہ بیٹھ کر مکا کر دیا جائے اور وہ چلا جائے۔ میری ریکوڈسٹ ہے اس ہاؤس سے اور کسٹوڈین آف دی ہاؤس سے۔ آپ ہمارے چیف منسٹر ہیں ہمارے نمائندے ہیں۔ جب آپ چیف منسٹر بنتے ہیں 100% majority سے نہیں بنتے ہیں آپ majority سے بنتے ہیں مگر آپ کی پھر responsibilities بنتی ہیں مجھے یقین ہے کہ اس مسئلے میں جام صاحب ایک مثبت کردار ادا کریں گے۔ ابھی اگر بیٹھے ہوتے زمرک صاحب تقریباً کوئی 5970 ملین ڈالرز۔ وہ کہتا ہے کہ کچھ نہیں ہیں۔ وہ حد ہوگئی بھائی! اس بلوچستان کو اس کے لوگوں کو میں کہتا ہوں کہ جتنی ضرورت ہے اور جن حالات سے بلوچستان گزر رہا ہے یہ کسی کی ملکیت اور جائیداد تو نہیں ہے ہمیں عوام اس لیے منتخب کر کے نہیں بھجواتے ہیں کہ ہم ان کی مقدروں کے فیصلے کریں۔ اور انکو نیچیں۔ ان کے اولادوں کو نہ ایجوکیشن ہم دے سکیں نہ ان کو ہیلتھ دے سکیں نہ ان کو بہتر زندگی دے سکیں نہ ان کو communication دے

دیں۔ اور ہمارے حکمران۔ یہ اتنے زیادہ پیسے ہیں کہ آپ نے یہ دینے ہیں کہ آپ کے آنے والے پچاس سال میں بھی یہ بلوچستان مقروض رہے گا اور آپ کہتے ہیں کہ بس بہت اچھا ہو گیا ہم نے مستقبل بچا دیا ماضی کو ہم بھول جائیں بھائی جنہوں نے یہ فیصلے کیے ہیں ان تو مومن نے سو، سو سال بعد مرے ہوئے لوگوں کا عدالتیں لگا کر ان کا احتساب کیا ہے اور ان کی ہڈیوں کو پھانسی پر چھڑایا جائے ہمارے پاس تو وہ سارے لوگ تو موجود ہیں چڑھائیں ان کو پھانسی پر۔ دیں ان کو سزائیں۔ خواہ میں ہوں یا کوئی اور ہو۔ میری آپ سے یہ گزارش ہے اور پورے ہاؤس سے گزارش ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ جام صاحب خود بیٹھے ہیں اور سن رہے ہیں۔ میرے پاس expertise نہیں میرے پاس۔ میرا نہ اتنا مطالعہ ہے مگر میں بحیثیت ایک بلوچ۔ اس دھرتی کے رہنے والے کی حیثیت سے میری کچھ جذبات ہیں میں اس حوالے سے پورے ہاؤس سے ریکولسٹ کروں گا کہ سارا ہاؤس بیٹھا ہے اور ہمارے چیف منسٹر صاحب بیٹھے ہیں۔ ایک کمیٹی بنائیں اس کی انکوائری کریں، شکر الحمد للہ میں نے ابھی بھی جام صاحب کو کہا کہ بہت اچھا موقع ہے نہ وہ معاہدہ کرنے والوں میں شامل ہے نہ توڑنے والوں میں شامل ہے اور یہ بلوچستان کے اوپر احسان کر کے جائیں تاکہ جو کچھ ہمارے ساتھ ہوا ہے آگے ہمارے ساتھ نہ ہو تو میں پورے ہاؤس سے یہ ریکولسٹ کروں گا خواہ اپوزیشن میں بیٹھے ہیں یا حکومت میں اس پر ایک کمیٹی بنائی جائے اور ہر پارٹی کو اس کی نمائندگی دی جائے۔ پھر وہ کمیٹی جو فیصلہ کرے اس پر عملدرآمد ہونا چاہیے۔ میں جناب چیئر پرسن صاحب! آپ کا اس ایوان کا بہت شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میری بات سنی اور مجھے موقع دیا۔ بہت بہت شکر یہ۔

جناب چیئر مین: شکر یہ سردار صاحب۔ ظہور بلیدی صاحب پھر۔

وزیر خزانہ: جناب چیئر مین! اجازت دیں تو میں جو کچھ ریکوڈک کے معاملے میں ہوتا رہا۔ تو ہاؤس کو apprise کر دوں۔

جناب چیئر مین: جی اُسکے بعد بتا دیں نصر اللہ صاحب۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: thank you جناب چیئر مین صاحب۔ جو تحریک التوا اُسکے سامنے یقیناً بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ یہ پوری ایک اگر آپ گن لیں۔ جب 1992ء میں پہلا امریکن انجینئر آیا تھا یہاں انہوں نے

ضلع چاغی میں سروے کیا۔ پھر 1993ء جولائی میں بی ایچ ایف اور ہمارے بی ڈی اے کے درمیان agreement ہوا۔ تو یہ پورے 26 سال کا سفر تھا۔ جو 2019ء جولائی میں اختتام پزیر ہوا۔ اگر میں technicality پر تو نہیں جاؤنگا۔ اُس پر میرے دوست ثناء نے بڑی تفصیل سے بات کی۔ اگر آپ دیکھیں کہ جن جن حکومتوں کے دور میں 93ء سے لیکر کے last 2007 تک انہوں نے اس معاہدوں میں۔ چاہے پہلے کمپنی سے۔ پھر TCC کے ساتھ ہوا۔ وہ سب ایسی حکومتیں تھیں جو عوام کی ووٹوں سے منتخب نہیں تھیں۔ اسی لیے ہم رونا رورہے ہیں کہ۔ اسی لیے حکومتوں کو ختم کیا جاتا ہے۔ اسی لیے اپنے من پسند لوگوں کو لایا جاتا ہے۔ تاکہ اُنکے ساتھ ایسے معاہدے کیئے جائیں کہ آپکی زمین۔ آپکا سونا اور اوپر سے آپ پر رکھا جائے کہ %25 آپ نے دینے ہونگے اس مشترکہ جو agreement ہوا ہے۔ اور کیا اُس وقت بی ڈی اے کے ساتھ۔ جب بی ڈی اے اس وقت بھی اُنکے ساتھ یہ capacity نہیں ہے۔ کیا اُس وقت تھی 1993ء میں؟ بعد میں آپ نے دیکھا کہ بڑی ایک، ایک، ایک لفظ کو آپ جولائی 1993ء سے لیکر کے ابھی جولائی 2019ء تک اگر آپ دیکھیں تو اس میں صرف ایک بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ معاہدہ ہوا ہے۔ ہماری عوام کے خون پر ہمارے معاہدہ ہوا ہے۔ ہمارے ناں اربوں، کھربوں روپے کا وہ سودا کیا گیا۔ اور جناب والا! ابھی جب یہ جو جرمانہ ہوا ہے۔ یہ اُس عالمی بینک کا جو ادارہ ہے۔ جسکے ذمہ یہ کام ہے کہ وہ دُنیا کے ملکوں کے درمیان جو تنازعات ہیں۔ جو کاروبار سے متعلق ہے۔ جو اس قسم کی agreement سے متعلق ہے۔ اُسکی تاریخ میں یہ سب سے بڑا جرمانے والا ہے۔ ایک ہزار ارب روپے ہم پر جرمانہ لگایا گیا ہے۔۔۔ یہ ہے ناں۔ پانچ سو ارب ڈالر اگر آپ multiply کریں تو آج کے حساب سے کوئی ایک ہزار ارب روپے بنتا ہے۔ اب ایک ہزار ارب روپے ہم کہاں سے دیں گے؟ کس طرح ہوگا۔ کیا عالمی جو World-Bank کا جو یہ ادارہ ہے۔ کیا اس کے خلاف ہم کسی عدالت میں جاسکتے ہے؟ شاید نہیں جاسکتے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں ان باتوں پر غور کرنا چاہیے۔ کہ کیوں ایسے لوگوں کو لایا جاتا ہے؟ جن سے اس قسم کی agreement کی جاتی ہے۔ یہ تو بہت بڑی دولت ہے یہاں کے عوام کی۔ اور بعد میں میرے دوستوں نے کہا کہ جب سپریم کورٹ نے اس کو منسوخ کیا۔ میں آپکے سامنے۔ دیکھو اقوام اس طرح ہوتی ہے۔ افغانستان آج جس جنگ زدہ حالت میں ہے۔ انہوں نے agreement کیئے ہیں۔ انہوں نے اُسکا پورا Ministry of Mines کی جانب سے۔ میں اُس کا صرف آپکو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ کیا ابھی جب ہم ڈھونڈ رہے تھے تو ہمیں اُس agreement کا کوئی چیز ہمیں جو ہے ناں نہیں مل رہی تھی۔ انہوں نے کہا ہے کہ to ensure the highest degree of the transparency the Ministry has decided to

publish the summary of the contract in all major national news paper and also publish the details of the contract on the Website of the ministry. یہ افغانستان کا انہوں نے کہا ہے کہ جو بھی اس قسم کے معاہدے ہونگے۔ وہ تمام newspaper میں آئیں گے۔ وہ Website پر ہونگے۔ لیکن ہم سے چھپایا جا رہا ہے۔ چھپایا گیا چھبیس سال تک۔ اور اُس پر جا کر کے ہمیں اس حد تک لے کر آئے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ میں اس پر زیادہ میرے پاس۔ میں نے کافی مواد جمع کیا۔ لیکن جو repetition ہونگے۔ اس لیے کہ میرے دوست نے اُس پر کافی تفصیل سے بات کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس بات پر سوچنا چاہیے کہ کیونکر ہمارے ساتھ اس طرح ہو رہا ہے؟ ہماری کیوں نیلامی لگ جاتی ہے ہمارے اتنے بڑے بڑے منصوبوں کی؟ یہ ہمیں سوچنا چاہیے۔ thank you جناب اسپیکر۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ اس پر میرے خیال میں۔ تحقیقاتی کمیشن بھی بنی ہے۔

وزیر خزانہ: جناب اسپیکر! میں ذرا اس پر بولوں؟

جناب چیئرمین: جی جی۔

وزیر خزانہ: شکریہ جناب اسپیکر! تحریک التوا جو آئی ہے ہمارے معزز رکن کی جانب سے۔ اور انہوں نے ایک مفصل طور پر اُس پر روشنی ڈالی۔ اور یہ impression دینے کی کوشش کی کہ خُدا نخواستہ یہ حکومت جو ہے کسی خفیہ معاہدہ کرنے جا رہی ہے یا کوئی deal کر رہی ہے اگر آپ ریکوڈک کی history دیکھیں تو، 1993 میں جو معاہدہ ہوا تھا بی ایس پی کا۔ اس درمیان میں کوئی پانچ حکومتیں گزری ہیں۔ اگر اپوزیشن ذرا متوجہ ہو، آپ کی توجہ درکار ہے۔

جناب چیئرمین: سنیں نصر اللہ زیرے صاحب! آرڈران دی ہاؤس پلیز۔

وزیر خزانہ: پانچ حکومتیں گزری ہیں۔ میں تو اس حد تک کہوں گا۔ مجرم صرف وہ نہیں ہوتا جو گناہ کرتا ہے۔ مجرم وہ بھی ہوتا ہے جب گناہ وہ کرتا ہے۔ وہ کوئی دیکھ کر خاموش ہو جائے۔ وہ اُس سے بڑا مجرم ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس درمیان جتنی بھی حکومتیں گزریں۔ جس میں ایک کا حصہ میں بھی رہا ہوں۔ سب اس گناہ بے لذت میں شامل تھے۔ گناہ ہوا ہے۔ ایک ڈیکٹی ہوئی ہے بلوچستان کے عوام کے ساتھ۔ اور اس national wealth کو اور national asset کو جس طرح تباہ و برباد کیا گیا۔ جس طرح اُس پر فیصلے کیے گئے۔ اور فیصلے کوئی سوچ سمجھ کر اس پر نہیں ہوئے۔ بلکہ اُن فیصلوں میں جذبات، سیاسی تقاریر، public motivation کچھ اس طرح کی چیزیں نظر آئیں۔ آج بھی ہم دیکھیں جو لوگ یہاں بول رہے ہیں۔ جنہوں نے بولا ہے۔ تو مجھے یہ زیادہ نظر آیا کہ ریکوڈک پر اُنکی جو سنجیدگی اور sincerity وہ کم اور لوگوں کو زیادہ جو انکے جذبات ہیں اُن کو مشتعل کرنا زیادہ مجھے

نظر آیا ہے۔

جناب چیئرمین: آپ سنیں۔

وزیر خزانہ: آپ ایک گھنٹہ بولیں۔ میں نے کچھ نہیں کہا ہے۔ تو آپ مجھے بھی بولنے کا موقع دیں۔ اگر کوئی بات آپکو ناگوار گزری ہے تو آپ مہربانی کر کے برداشت سے سنیں۔

جناب چیئرمین: آپ بیٹھ کر نہ بات کریں ثناء بھائی!

وزیر خزانہ: میں مکمل کر لوں۔ پھر بعد میں آپ بات کریں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: ایسا ہوگا ہی نہیں۔

جناب چیئرمین: explanation کیلئے میں آپ کو وقت دوں گا۔ آپ اُنکی بات سنیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: point of personal explanation۔ دیکھیں انہوں نے میرا نام

لیکر کہا۔ انہوں نے کہا کہ معزز رکن جنہوں نے یہ ایک تحریک پیش کی ہے۔ انہوں نے سنجیدگی کا مظاہرہ نہیں کیا ہے۔ بلکہ وہ ایسے لگ رہا ہے کہ وہ ریکوڈک۔۔۔ (مداخلت) میں آپکو ایک چھوٹی سی مثال دوں۔

وزیر خزانہ: speech کر رہا ہوں۔۔۔ (مداخلت۔ شور) جو باتیں لوگوں کو ناگوار گزری وہ نہیں کرنے دیتے۔ یہ تو جمہوریت تھوڑی ہے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: ظہور صاحب دیکھیں! آپ ہمارے بھائی ہیں۔ آپ کو کرنا چاہیے جناب والا!

وزیر خزانہ: آپ جمہوری رویہ اختیار کریں۔ میں نے خدانخواستہ کسی کو کچھ نہیں کہا۔ میں نے یہ کہا۔

جناب چیئرمین: کسی کا نام نہ لیا جائے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: اگر آپ allow نہیں کریں گے تو ماحول خراب ہوگا۔ ایک منٹ کیلئے point

of personal explanation۔ جناب والا! ایک منٹ کیلئے just one second۔

جناب چیئرمین: اب میں فلور دے چکا ہوں explanation کیلئے۔ اُسکے بعد دے دوں گا فلور آپکو۔

وزیر خزانہ: یہ سنجیدگی تھی کہ یہ آج کا دن دیکھنا پڑ رہا ہے ہمیں۔ تو آج تقریباً چھ ارب ڈالر جو ہے وہ

penalty پڑ گئی ہے۔ اگر ہماری پرانی حکومتیں سنجیدہ ہوتیں تو وہ یہ ایکشن لیتے تو یہ آج کا دن نہ دیکھنا پڑتا۔

جناب اسپیکر! بد قسمتی سے ایک جماعت کی حکومت نہیں تھی۔ اُس میں جو ہے قوم پرستوں کی بھی حکومت تھی۔ اُس میں

rightist کی بھی حکومت تھی۔ جتنے بھی لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ سب کی پارٹیاں اس حکومت میں شامل تھیں۔ میں

نے ریکارڈ کی درستگی کیلئے بات کی۔ میں نے خدانخواستہ کسی کے ساتھ لڑائی جھگڑا نہیں کرنا ہے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: جناب چیئرمین! یہ تحریک التوا جس دن -- ICSIT international center

for settlement of international dispute کا جس دن decision آیا۔ میں اُس رات کو

بھی نہیں سویا۔ اُسی صبح میں نے اس اسمبلی میں -- (مداخلت) ایک منٹ ظہور صاحب!

وزیر خزانہ: اپوزیشن حکومتی موقف سُننا نہیں چاہتی تو میں اس پر کیا کہوں؟ میں بول رہا ہوں کوچنگ میں بولتے ہیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: جناب والا! سیکرٹری صاحب اس بات کی گواہ ہیں کہ اگلی صبح میں نے یہ تحریک التوا اس

اسمبلی میں جمع کی ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اسمبلی کا خصوصی اجلاس حکومت بلوچستان طلب کرتا کہ بلوچستان پر اتنی

بڑی بجلی اور اتنی بڑی آفت گری ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہم نے آج سے نہیں چھ سال سے جب سے ریکوڈک چل

رہا ہے۔ بلکہ چھ مہینے پہلے میں نے ریکوڈک اور سینڈک پر مشترکہ قرارداد پیش کی۔ اس کے علاوہ جب سے ریکوڈک

چل رہا ہے۔ آپ یہ جو میرے سارے Articles Google کر لیں۔ ریکوڈک کے legal deal کے

اوپر کل کے "دی نیوز" میں۔ پڑسوں کے "دی نیوز" میں۔

جناب چیئرمین: personal explanation کی آپ نے بات کی ہے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: نہیں جناب والا! جب آپ معزز رکن کی حیثیت سے بات کریں گے۔ آپ کو یہ مناسب

نہیں کہ آپ کہیں کہ یہ غیر سنجیدہ ہے۔ آپ کو appreciate کرنا چاہیے کہ یہ ایسی اپوزیشن ہے جو بلوچستان

کا بوجھ اپنے اوپر اٹھائی ہے۔ آپ کی طرف سے تحریک التوا آئی تھی۔ ہم لائے ہیں۔ تو کم از کم --

جناب چیئرمین: معزز رکن کو اپنی تقریر مکمل کرنے دیں۔ جی ظہور صاحب۔

وزیر خزانہ: میرا مقصد یہ نہیں تھا۔ میرا مقصد یہ تھا کہ جی ریکوڈک جیسے اہم issue پر، اہم معاملے پر جو پانچ

حکومتیں گزری ہیں۔ جس طرح آج تقریباً! چھ ارب کی penalty پڑ گئی ہے بلوچستان کو۔ اُس میں ہماری حکومت

کا کوئی اُس میں لینا دینا نہیں تھا۔ جناب اسپیکر! میں نے یہ بھی وضاحت کی کہ ایک حکومت کا حصہ میں خود

رہا ہوں۔ اور جناب اسپیکر! آج میرا سر جو ہے فخر سے بلند ہے۔ اُس وقت جب یہ معاملہ ہو رہا تھا یہاں۔ یہاں

بہت سے ایسے دوست ہیں۔ اُس وقت ادھر جو یہاں اسمبلی کے ممبران تھے۔ جس میں حمل کلمتی صاحب

زمرک خان صاحب آسٹریلیا بلوچ صاحب اور احسان شاہ بھی تھے۔ میں نے اسی اسمبلی فلور پر کھڑا ہو کر میں نے یہ

کہا تھا کہ جناب قائد ایوان اور اسمبلی کو کہ جی یہ معاملہ آپ لوگ کرنے جارہے ہیں۔ یہ ایک دن گلے پڑ جائیگا۔

اور یہیں پر میں نے اُس وقت ہمارے منرل اینڈ مائنز کے منسٹر تھے عبدالرحمن مینگل صاحب۔ ہماری بی این پی کے

دوست اچھی طرح جانتے ہیں۔ اُنکو میں نے کہا تھا۔ حمل کلمتی کو میں نے کہا تھا کہ جناب والا! یہ ایک بہت ہی جو ہے

miss ہونے جا رہا ہے۔ آپ مہربانی کریں۔ آپ اس پر stand لیں۔ اور بد قسمتی سے کسی نے کوئی stand نہیں لی۔ اور آج جو ہے ہمیں یہ دن دیکھنا پڑ رہا ہے۔ جناب اسپیکر! جو ہو گیا ساری باتیں اسمبلی کے سامنے ہیں۔ بلوچستان کے عوام کے سامنے ہیں۔ سب نے تفصیلی بات کی۔ اب بات آگئی ہے کہ جی اُس miss کو اُس گڑ بڑ کو کیسے ٹھیک کیا جائے۔ جناب اسپیکر! وزیر اعلیٰ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے بھی مینٹنکس کیئے۔ میں بھی اُنکے ساتھ تھا۔ ابھی جو ریکورڈنگ کا issue آیا ہے۔ ایک penalty پڑ گئی ہے گورنمنٹ آف بلوچستان کو، پاکستان کو۔ ابھی ہماری گورنمنٹ نے یہ decide کیا۔ اسی دوران ہم best سے best انٹرنیشنل فورم hire کر کے ایک بہتر strategy بنا کے لوگوں کے ساتھ experts کے ساتھ consultations کر کے اپنا کیس جا کے دوبارہ put کریں۔ اور وہاں اس کو plead کریں۔ دوسرا جو option ہے، ہمارے سامنے رکھا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ amendment of this award۔ اُس کے لئے ٹائم بڑا کم ہے۔ تو اُس حوالے میں پانچ grounds ایسے ہیں جس پر ہم اپنا کیس جیت سکتے ہیں۔ اس میں تو composition-jury کا composition ہے۔ کرپشن کا factor ہے۔ تین کوئی اور بھی ہیں۔ اُس کو بھی ہم دیکھ رہے ہیں۔ اُس پر بھی غور فکر کر رہے ہیں۔ دیکھیں یہ جو بات کہی تھی کہ جی جذبات کے ساتھ یہاں ہم تقریر تو بڑی کر جاتے ہیں کہ ہم جو ہیں لوگوں کے rights ہیں، لوگوں کی جو اُنکے حقوق ہیں اُنکے لئے ہم آخری حد تک جائینگے۔ ہم جذباتی تقریر بھی کر ڈالتے ہیں۔ ہم ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کے باتیں بھی کر لیتے ہیں۔ لیکن یہ ایک ایسا نازک issue ہے، اس پر deliberation کی ضرورت ہے۔ اس پر سب کو مل بیٹھ کے، سر جوڑنے کی ضرورت ہے۔ اس پر ہمارے جتنے بھی پولیٹیکل پارٹیز ہیں، اپوزیشن میں ہیں یا حکومت میں۔ across the board چونکہ یہ معاملہ بلوچستان کے عوام کا ہے، یہ معاملہ صرف حکومت کا نہیں ہے۔ تو اُس پر ہم تیار ہیں۔ اگر آپ کہتے ہو کل ہم کمیٹی کا مینٹنگ بلائیں جس کا سربراہ گہرام گہٹی صاحب ہیں۔ کل کریں یا پرسوں، اُس میں جتنے بھی ہمارے اسمبلی کے ممبران ہیں وہ اُس میں آئیں۔ یا in-camera session رکھ لیں۔ اُس پر ہمیں کوئی قباحت نہیں ہے۔ میں صرف یہ کہنا چاہ رہا تھا اور یہ impression دینے کی جو کوشش ہو رہی تھی کہ جی اس حکومت نے خدا نخواستہ اس طرح کام کر دیا ہے کہ اُس پر جو بڑی باتیں ہو رہی ہیں۔ اس حکومت کا کوئی لینا دینا نہیں ہے۔ جو کمزوری اور کوتاہی ہوئی ہے پانچ حکومتوں کی۔ کسی نے خاموش رہ کے جرم کا حصہ دار بنا۔ یا کسی نے کچھ کیا ہے، کسی نے جذباتی ہو کے کوئی فیصلہ کر دیا ہے۔ اور آج وہ ہم بھگت رہے ہیں۔ انٹرنیشنل عدالتیں جذبات پر نہیں چلتی ہیں۔ خواہشات پر نہیں چلتی ہیں۔ اُن کے لئے ضروری ہے کہ ایک بہتر strategy اور ایک اچھا expert hire کریں اور اپنا کیس اچھے انداز

میں لڑیں اور تب جا کے آپ سرخرو ہو سکتے ہیں۔ اور میں، ثناء بلوچ صاحب چلے گئے میں اُن کا personally شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ اُنہوں نے بلوچستان مانسز اور منرلز پارلیسی جو گورنمنٹ نے بنائی ہے اُس کی تعریف کی ہے شکر یہ جناب چیئر مین: شکر یہ بلیدی صاحب۔

جام کمال خان عالیانی (قائد ایوان): آپ کی اجازت سے جناب چیئر مین صاحب؟

جناب چیئر مین: جی قائد ایوان صاحب۔

قائد ایوان: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ سب سے پہلے مجھے آج کے سیشن میں، آج کے دن کے حوالے سے ایک بہت اجتماعی حوالے سے پاکستان اپنے کشمیری بھائیوں، بہنوں، بچوں اور بزرگوں کے ساتھ، سب کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کا دن ہم نے مقرر کیا۔ اور لوگوں نے بہت جوش اور جذبے کے ساتھ اس یکجہتی مہم میں ساتھ دیا۔ آج اس دن کے حوالے سے تھوڑا بہت یہی کہنا چاہوں گا کہ جس طریقہ کار سے، اس پر حالانکہ ثناء بلوچ اور ظہور بلیدی صاحب نے اور باقی مقررین نے تفصیلی انداز میں بات کی ہے۔ لیکن اس بات پر ہمیں غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے کہ پاکستان وہ واحد ملک ہے، پوری دنیا میں کہ جب بھی کشمیر کی بات آئی ہے جس حوالے سے، جس محنت سے، جس قوم کے حوالے سے ہو یا انفرادی حوالے سے یا اجتماعی حوالے سے، پاکستان کے لوگوں نے اور پاکستانی حکومت نے ہمیشہ کشمیریوں کا بھرپور انداز میں ساتھ دیا ہے۔ اور اُن کے ہر موقف کیلئے ہمیشہ شانہ بشانہ اُنکے ساتھ کھڑے رہے ہیں۔ آج کی اجتماعی جو تقریبات رکھی گئی ہیں، شاید بہت سارے لوگوں کے ذہن میں آیا ہوگا۔ ویسے کشمیر ڈے ہم مناتے ہیں لیکن اس دن کی نسبت کیوں آخر پیش آئی؟ اور یہ اس بات کو ہمیں اس لئے دہرانا چاہا ہوں کہ تھوڑی بہت ہماری ہاؤس سے بھی یہ جو باتیں ہیں، جب جائیں گے، تو اسکا بہت بڑا اثر جائیگا کہ آج کشمیریوں کے اوپر جس طریقہ کار سے، ایک نئے انداز میں، ایک جبر اور ایک ظلم کا سلسلہ شروع ہونے والا ہے یا شروع ہو چکا ہے، اُس کی مثال ماضی میں ابھی تک ملی نہیں ہے۔ یقینی طور پر اگر ہم یہ بات کہیں کہ آج تک دو لاکھ کشمیری اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر چکے ہیں۔ دو لاکھ بہت بڑی تعداد ہے بہت لوگ ہیں لیکن آج تک وہ اپنی تحریک میں اسی طرح جمع ہوئے ہیں جس طرح پہلے تھے۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں اُس شدت میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ لیکن حالیہ میں دیکھا ہوگا کہ چند videos جب اُن کے لوگوں نے اپنے کچھ تحفظات کا ذکر کیا تھا، اُس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ اس شدت میں بہت بڑی level پر، اب اور مزید اضافہ کیا جائیگا بھارت کی طرف سے۔ لیکن جہاں میں آرٹیکل 370 کا ذکر کیا، ہم نے اسی طرح fundamental rights کی بات کی ہے۔ اور پہلی دفعہ عموماً یہ صرف جنگوں میں ہوتا ہے کہ کلسٹر بم کے concept اُن جگہوں پر استعمال کرنا جو آپ کی urban centers ہیں، یہ ایک بہت بڑی نشانی اس

بات کی ہے کہ آگے جا کے چیزوں کو بہت غلط انداز میں لے جایا جائیگا، بھارت کی طرف سے اور یہ سب اس چیز کا نتیجہ ہے کہ حالیہ میں آپ نے دیکھا ہوگا اور اس کا کریڈٹ ہم نے دینا ہوگا، چاہے ہم خوش ہیں یا خفا، ہم اپنے اختلافات سو دفعہ رکھیں، ہمیں اپنے جذبات، اپنی سیاست game-plan ہے، جتنے بھی scoring کرنی چاہیے لیکن یہ کریڈٹ ہمیں پاکستان تحریک انصاف کے عمران خان کو دینا پڑے گا۔ ہر حال میں دینا پڑیگا کہ اُس کی شخص کا personality ہیں جس نے ایک بہت بڑا اثر امریکی حکمرانوں پر ڈالا ہے۔ ماضی میں بہت سارے حکمران پاکستان سے جاتے تھے، وزیراعظم جاتے تھے، صدور جاتے تھے، وفود جاتے تھے۔ لیکن آج اس بات پر ہمیں، again میں کہوں گا اس شخص کی ذاتی یہ قابلیت ہے، آپ اُس کی شرافت کہیں، اُس کے background اُس کی محنت کی، جو بھی اُس کا نام دیں، پاکستان کی نمائندگی کرتے ہوئے واشنگٹن میں ایک بہت بڑے اجتماع address کرتا ہے۔ تو وہ امریکی حکومت اور امریکی democracy کو مجبور کرتا ہے کہ اُس کی بات سنیں۔ میرے اور آپ کے لئے تیس ہزار جمع کرنا پاکستان میں بڑا مشکل ہے۔ میں اور آپ کر کے دکھائیں تیس ہزار بندے۔ ہم تو خیر بڑے بڑے دعوے ضرور کرتے ہیں، ہم سیاسی لوگ ہیں، ہم ضرور کرتے ہیں لیکن ایک ایسا ملک اور یہاں جس طرح ہم بندوں کو جمع کرتے ہیں، وہ بھی ہمیں پتہ ہے۔۔۔ (مداخلت) میں اس کی تفصیل میں نہیں جاتا۔ میں ویسے ہی استعمالی طور بتا رہا ہوں کہ ہم جس طرح لوگوں کو مجبور کرتے ہیں اُس کی بہت ساری وجوہات ہیں۔ ہم اپنا اثر و رسوخ استعمال کرتے ہیں، ہم بھائی بندی کرتے ہیں۔ mobilization کرتے ہیں، ہم بہت سارے کام کرتے ہیں۔ باہر کے ملکوں میں بندہ جمع کرنا اتنا آسان نہیں ہے، وہاں ہر آدمی اپنے خرچے پر آتا ہے، خواری کرتا ہے اپنے بچوں کو لاتا ہے۔ آپ اگر طمینان میں ہیں، آپ کا قائل ہے تو آپ کی بات سننے کیلئے آئیگی ورنہ یہ ممکن نہیں ہے کہ امریکہ میں بیٹھ کے آپ کسی کو بولیں ”کہ جی ہائیں بھردو اور میں آ رہا ہوں“۔ اور لوگ بولیں ”جی لیک“۔ تو خیر ہم due-credite اس لئے دینا چاہتا ہوں۔ میں اُن کا ذکر کر رہا ہوں اور کوئی وجہ نہیں ہے۔ تو اس event بعد میں الحمد للہ میں سمجھتا ہوں بہت عرصے بعد پاکستانیوں کو پہلی دفعہ ایک اچھا احساس ہوا ہے چاہے وہ پاکستان سے باہر ہوں۔ اُن ملکوں میں ہوں یا پاکستان میں ادھر ہوں کہ ہمیں جس صورت میں ایک ضد میں ملی اللہ تعالیٰ یہ رکھتا ہے جس طرح رکھتا ہے ہمیں وہ credit دینا چاہیے اور اُس کو ماننا بھی چاہیے۔ میں کہتا ہوں یہ نہیں ہے کہ آگے آگے دس لیڈر اور بھی ہیں، وہ اس سے بڑی عزت کمائیں۔ لیکن یہ ایک شروعات ہوئی ہے جو ایک خوش آئند ہے۔ اور اُس کی وجہ سے میرے خیال میں صدر ٹرمپ پہلی دفعہ مجبور اس حوالے سے ہوا ہے کہ اُس نے یہ کہا ہے کہ آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کا ثالث بنوں یا negotiations کروں۔ میں بات کو اس طرف لانے کی کوشش

کر رہا ہوں کہ شاید بھارت اس بات پر مجبور ہو رہا ہے اور یہ محسوس کر رہے ہیں کہ پاکستان اب شاید انٹرنیشنل پالیسی جو ہمارے پچھلے کچھ سالوں سے بہت کمزور جا رہی تھی اور جن وجوہات کی وجہ سے جا رہی تھی، وہ ہم سب جانتے ہیں کہ آج شاید پاکستان اپنی انٹرنیشنل پالیسی کی کامیابی کیلئے بہت سارے ایسے اقدامات کر رہا ہے جو یقینی طور پر اُس کو ایک اچھے سے پلیٹ فارم پر کھڑا کر دیں گے۔ یہ کوئی آسان بات نہیں ہے کہ آج ہم سمجھتے ہیں کہ امریکہ خوش ہو گیا، برطانیہ خوش ہو گیا، گلف کے صدور آپ کے پاس آگئے۔ یہی گلف کے صدور تھے جو پچھلی حکومتوں میں انہوں نے ہمارے اوپر بہت بڑے سوالات کھڑے کر دیئے۔ لیکن آج وہی صدور ہیں جو پاکستان آنے کی سب سے پہلی کوشش اور پاکستان آئے۔ آج وہی وزیر اعظم برطانیہ ہے جنہوں نے بڑی خوشی سے بڑے اطمینان کا اظہار کیا۔ آج وہی ٹرمپ ہے جو یہ کہتا ہے کہ میں پاکستان کے حوالے سے، کشمیر کے حوالے سے ان چیزوں پر بڑی پیشرفت کروں گا۔ تو ہماری خارجہ پالیسی کی ایک سال کی یہ کامیابی ہے۔ یہ چیزیں ایسے نہیں ہیں کہ میں نے خواہشات کر دیں اور کل جا کے ٹرمپ کو اور دوسروں کو مطمئن کر دیا اور وہ میری شکل سے بہت خوش ہو گئے اور انہوں نے اچانک اعلان کر دیا ”کہ جی بسم اللہ آپ افغانستان میں بھی کردار ادا کریں اور آپ گلف پر بھی اپنا کردار ادا کریں اور کشمیر کے حوالے سے بھی ہم آپ کے ساتھ ہیں، پوری تعاون کریں گے اور آپ حکومت کے حوالے سے چیزوں کو بہت اچھے طریقے سے بڑھا رہے ہیں یہ ایک رات میں خواب آنے کی بات نہیں ہے ان کے اوپر بہت محنت ہوتی ہے۔ اور وہ خوش credit-definitely ہے اس حکومت کو ہر لحاظ سے پورے طریقے سے جانتی ہے۔ اور ہمیں یہ credit پاکستان تحریک انصاف کو اور ان کی پارٹی سردار یار محمد رند صاحب یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور سب کو دینا چاہیے۔ جناب اسپیکر صاحب! انہی خدشات کو دیکھتے ہوئے، جب وہ دیکھتے ہیں کہ ہم foreign policy کامیابی کی طرف جا رہے ہیں تو یہ نہ ہو کہ پاکستان کل انٹرنیشنل ڈوٹ میں ہمیں بہت ساری چیزوں کے پیچھے کر دیں۔ تو یہ کشمیر کا مسئلہ اسلئے اچانک سامنے آیا۔ اور ایک بات بھی بڑی طے ہوئی اور اُس کا credit ہمیں، پاکستانی افواج کو، ہماری فورسز کو دینا چاہیے کہ جو حالیہ میں جو اپنی قوت کو صحیح طریقے سے، responsible-way استعمال کرتے ہوئے پاکستانی فوج، پاکستان نیوی، پاکستان ایئر فورس اور ہمارے سول و ملٹری اداروں نے جس انداز میں منہ توڑ جواب بھارت کو دیا، یہ اس بات کا بہت بڑا ثبوت ہے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے جس نے دنیا کو آج اس بات پر مجبور بھی کیا کہ یہ پاکستان کے جو over-all یہ ملک، اس ادارے اس کی قوتیں ہیں یہ صرف برائے نام نہیں ہیں۔ ان کے اندر جرات بھی ہے اور وہ قابلیت بھی رکھتے ہیں ایسی بہت ساری چیزوں کا منہ توڑ جواب دیں گے۔ تو یہ وہ چیزیں ہیں جن کو ہم اکٹھا کریں۔ تو ہر عام آدمی اس بات پر قائل ہو جائیگا کہ یہ ملک کامیابی اور ترقی

کی طرف گامزن ہے۔ اور یہ اپنی ماضی کے جن چیزوں کی طرف کامیابی حاصل نہیں کر سکے انشاء اللہ اُس کی طرف بھی جانے والے ہیں۔ پھر آپ کا دشمن پریشان ہوگا۔ پھر ہر وہ قوت آپ سے پریشان ہوگی جو پاکستان کو کامیاب اور پاکستان کو مستقبل میں آگے جاتے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن انشاء اللہ جس طرح حکومت پاکستان اور ہم سب ادارے مل کے پاکستان کی چیزوں کو آگے لے جا رہے ہیں اور جس انداز میں پاکستان کا کردار آپ آنے والے دنوں میں جس طرح افغانستان میں دیکھ رہے ہیں، کشمیر میں دیکھ رہے ہیں، Gulf میں، foreign اور international affairs تو یہ ہمارے لئے انشاء اللہ اچھی ثابت ہوں گی۔ جناب اسپیکر صاحب! حالانکہ بہت تفصیلی وضاحت جناب ظہور صاحب نے کیا۔ لیکن تھوڑی بہت میں روشنی چونکہ ریکورڈنگ کا مسئلہ ہے۔ اور ریکورڈنگ ہمیشہ سے بلوچستان کے ماضی میں ایک ایسے point رہی ہے جس کے اوپر ہم نے بڑا بحث کی ہے۔ جس کے اوپر بحث legislations بھی ہوئے ہیں، قراردادیں بھی پیش ہوئی ہیں، تقاریر بھی ہوئی ہیں۔ Courts میں cases بھی کی ہے، ہر لحاظ سے اس چیز پر کام کیا گیا۔ میں ایک چیز، میں نے شروع میں اسمبلی کے پہلے سیشن میں کہی تھی، ابھی بھی کہوں گا، میری درخواست یہ ہوگی، میں اپنے سارے Parliamentarians دوستوں سے کہوں گا کہ حکومتیں، سیاست، جذبات سے چل سکتی ہیں، سیاسی جلسے جذبات اور تقاریر پر چل سکتی ہیں۔ میں اور آپ اپنے لوگوں کو تالیوں کی گونج میں دیکھتا ہوا، ایسے الفاظ، ایسی تقریر کے طریقہ کار پر آسکتے ہیں کہ انکو مجبور کریں۔ حکومتیں اس طریقے سے اگر چلیں، پھر ان کے نتائج ایسے نکلتے ہیں، جو ابھی نکلا۔ یہ ساڑھے پانچ، چھ رب ڈالرز کے لگ بھگ اس صوبے نے دینے ہیں، اس میں کوئی دورائے نہیں ہیں۔ اور جس طریقے سے بھی دینے پاکستان حکومت بلوچستان نے سر جوڑ کے ایک طریقہ کار بنانا ہے کہ یہ چیز جو ہم پر آئی ہے اس کو کس طرح ہم cover کریں گے یہ ہم پر کیوں آئیں کس طرح آئیں یہ کون سے 2012ء کی policy پر بنی، اس policy کو کس law firm نے تجویز دی، وہ law firm کس کیلئے کام کرتے تھے۔ mineral agreements کو کیا گیا اسی طرح BMC کا ہو، PDA کا آنا، پھر mineral department جس طرح ظہور صاحب نے کہا کہ پانچ حکومتوں کا اس کے اندر آنا خاموشی کا اختیار کرنا کچھ کا بولنا کچھ step لینا اگر یہ سارے پہلوؤں کو اگر آپ سمیٹ کے سامنے رکھیں۔ اور میں اپنی ایک نادانستہ اور کم عقلی سے اگر تجزیہ لگا کے پیش کروں۔ میں اپنے ملک میں بھی اور اپنے صوبے میں بھی یہ محسوس کرتا ہوں کہ ہم بہت جذباتی لوگ ہیں۔ ہم بہت short sightedness رکھتے ہیں۔ ہم مستقبل کی چیزوں پر بڑی کم نظر رکھتے ہیں۔ جو حال میں گزارا ہو جائے اُس پر اپنی policy بناتے ہیں اُس پر چار قدم لے لیتے ہیں پھر آگے کے لئے رکھتے ہیں کہ جو ہوگا

وہ دیکھا جائیگا۔ اور اسی طرح میں سمجھتا ہوں کہ میں کچھ decisions کچھ لوگوں کو گناہگار بھی نہیں سمجھتا۔ ایک اور factual اور ethnic level ضرور سمجھوں گا لیکن جیسے میں نے آپ لوگوں سے کہا کہ ہم اپنے ملک میں ایک ایسا ماحول create کر دیتے ہیں اور اپنے صوبے میں کہ ہم Decisionmaker کو اُن چیزوں کیلئے مجبور کر دیتے ہیں جو اُس کو نہیں لینا چاہیے۔ اور وہ decision صرف اس لئے لارہے ہیں کہ یا تو اُس وقت ہم اپوزیشن میں ہوتے ہیں یا تو اُس وقت ہم حکومت۔ ہر آدمی آج یہی کوشش کرے گا کہ میں اس میں سے subject کا credit ایک لوں۔ حکومت بھی یہی چاہتی ہے اور اپوزیشن بھی۔ حکومت اپنے انداز سے اُس پر حکومت اپنے انداز سے کھیلتی ہے اپوزیشن اور حکومت کے بس اسی لڑائی میں ہم بہت سارے ایسے فیصلے کر جاتے ہیں جن کیلئے بعد میں دونوں کو بچھتنا پڑتا ہے۔ دیکھیں یہ ایک صوبہ ہے اس کو اگر آپ نے جذبات سے چلانا ہے تو یہ صوبہ بلکہ پورے پاکستان یا اگلے کچھ سالوں میں ہم اسی طرح ایک ریکوڈک نہیں بلکہ دس آجائیں گے، سامنے بیٹھ جائیں گے، پھر ہم چالیس پچاس ارب روپے دینے بیٹھ جائیں گے اور کہیں سے لائیں سکیں گے۔ میں سپریم کورٹ کا judgment جو آ۔ سب نے ایک ہوا create نے کہا کہ جی کچھ نے تو زمانے کا ہم نے ریکوڈک بچالیا ہے۔ ہم نے بلوچستان کے وسائل بچا دیئے ہیں اب بلوچستان کے وسائل پر کچھ نہیں ہوا ریکوڈک بچ گیا ہے۔ میں تو کہتا ہوں اس چھ ارب ڈالر کو اس کا منافع پتہ نہیں ہمارے پاس کوئی پچیس تیس سال میں آتا جا کے اب ہمیں یکمشت کسی نہ کسی طریقے سے یا instalment میں دینا ہوگا۔ تو وقت، حالات اور history اسکی decision کرنا ٹھیک تھا یا کسی کا cancel نہ کرنا ٹھیک تھا؟ اس کا فیصلہ وقت بتائیگا اور National Interests کی ہم جب بات کرتے ہیں دیکھیں National Interests ایک زمانے میں اگر آپ سو، ڈیڑھ سو، یا دو سو سال پہلے چلے جاتے ہیں تو National Interests کا definition بہت مختلف تھی۔ National Interests کے National Interests definition geography میں resources کا آپ کے ہاتھ میں ہونا ہوتا تھا۔ آج کل کے دور میں National Interests بہت defined اور بہت change ہو گیا ہے۔ Financial Stability اس ملک کی، اس صوبے کی، اس ادارے کی، اس حکومت کی، یا کسی بھی نظام کا سب سے بڑا interests ہے آج کل، آج اگر آپ کے پاس پیسے ہیں اگر آج آپ financial position اچھا ہے۔ میں اور آپ اس ایوان میں بیٹھے ہیں ہم اس ایوان کی چلائیں گے ہم اپنے حلقوں میں جائیں گے ہم لوگوں کو نوکریوں کے حوالے سے create کریں گے۔ ہم بجٹ بنائیں گے، ہم PSDP بتائیں گے، ہم روڈز بنائیں گے، ڈیم بنائیں گے، حالات بہتر کریں گے، ماحول دینگے، کو بہتر کریں گے بچوں کو اچھا سکول دیں گے کالج اور

یونیورسٹیوں میں سہولت دیں گے system بہتر stadiums بنائیں گے، programs یہ سب اُس وقت ہو سکتا ہے جب اس حکومت کی جیب میں کچھ ہوگا۔ اور اگر اس حکومت کی جیب میں کچھ نہیں ہوگا تو میرے خیال میں یہ اس کمرہ میں ایک شخص بھی آپ کو نظر نہیں آئیگا بشمولیت چیئر مین صاحب! آپ کے بھی۔ اُس کی بڑی وجہ یہ ہے simple اس پورے نظام کو ایک expenditure base process میں رکھا ہوا ہے جس کیلئے revenue ایک بہت بڑا element ہے۔ دیکھیں یہ revenue آپ کا بڑھنا چاہیے بہتر ہونا چاہیے یہ نہ ہو کہ آپ اسکے خسارہ میں ڈوبتے چلے جائیں۔ میں اپوزیشن کی اس حوالے سے بات نہیں کروں گا لیکن چونکہ میں پچھلے session میں نہیں تھا ایک بات ہوئی تھی اور تھوڑی بہت engineers کا معاملہ میں تھوڑا سا touch کروں گا اس کے ساتھ۔ ثناء صاحب میرے لئے بہت قابل احترام ہیں پوری اپوزیشن ہے۔ دیکھیں یہ حکومت جس طرح، یہ نہ ہو کہ ہم کچھ ایسے فیصلے کر لیں کہ اگلی گورنمنٹ جب ادھر بیٹھی ہو تو وہ ہمیں اسی ریکوڈک کی طرح کوستی رہے کہ جی ایک حکومت آئی تھی پیسے اُس کے پاس کچھ تھے نہیں پچاس آدمی بھی بھرتی کر کے چلے گئے اور اب ہم ابھی اُن لوگوں کے pension بھی دے رہے ہیں اُنکی تنخواہیں بھی دے رہے ہیں اور پھنس گئے ہیں۔ اور ہوگا۔ تاریخ اپنے کو repeat کریں گے اگر ہم اس طرح کے decisions لیں گے۔ Yes ہم engineers کو بھی نوکری دینا چاہتے ہیں ہم اپنے pharmacists کو بھی دینا چاہتے ہیں۔ ہم اپنے بیروزگار کو بھی دینا چاہتے ہیں لیکن ہم آنکھیں بند کر کے تو نہیں دے سکتے؟ ہمیں کوئی طریقہ بنانا ہوگا۔ اور ہر چیز ہم سرکار پر تو نہیں ڈال سکتے؟ کہ پورے بلوچستان کل کو ایک لاکھ آدمی بیروزگار کہ آپ سمجھتے ہیں بلوچستان میں صرف پانچ ہزار آدمی بیروزگار ہیں؟ بلوچستان میں کم از کم نہیں بیس تیس لاکھ آدمی بیروزگار ہونگے، تو کیا بیس تیس لاکھ آدمیوں کو ہم سرکار میں ڈال دیں؟ سب کو نوکریوں میں ڈال دیتے پورے بلوچستان کی بیروزگاری دور کر دیتے، ایک مہینے کے بعد آپ چلا نہیں سکیں گے تنخواہیں نہیں لاسکیں گے کچھ دے نہیں سکیں گے۔ تو لہذا request ہم پھر سے جذبات کی طرف نہ ہم طریقہ نکالیں ہم سرکار سے ہٹ کر بھی اس بلوچستان کے وسائل کو استعمال کرتے ہوئے اس صوبے کیلئے بہت کچھ مجھے تو بہت اب ہم XEN، مجھے تو بہت افسوس ہو رہا ہے، آپ یقین کریں مجھ پر جب President Engineering Council کے اسلام آباد میں آ کے بیٹھتے ہیں میں نے کہا کہ میں qualified engineers سے کم از کم یہ توقع نہیں رکھ سکتا تھا کہ وہ دفنوں کو تالا لگا دیں۔ Yes ایک بیروزگار Young Engineers ہیں جن کے پاس نوکری نہیں ہے وہ دس دفعہ آ کے جلسہ کریں میں expect کرتا ہوں انکے پاس نوکری نہیں ہے، XEN، اٹھارہ، انیس گریڈ کا آفیسر پڑھا لکھا، دُنیا گھوما ہوا سب کچھ جانتا ہے تنخواہ بھی اچھی

ہے وسائل میں اچھے ہیں زندگی even اچھے انداز میں گزر رہی ہے آپ ایک qualified آدمی ہیں آپ کو یہ چیزیں زیب نہیں دیتیں۔ ایک platform ہے آپ اُس platform سے اپنے مسائل حل کرائیں۔ آپ standing کمیٹیوں میں آئیں آپ اپوزیشن کو قائل کریں کہ جی آپ کی دس standing کمیٹیوں کی meetings بلائیں ہمارے اس مسئلے کو address کریں۔ مجھ سے مل کے گئے زمرک خان صاحب کے ساتھ آئے تھے ہم وہاں بیٹھے تھے لیکن کم از کم آپ اتنے senior officers ہیں آپ یہ رویہ پیش کریں گے تو آپ یہ بہت غلط message دے رہے تھے اور آپ پھر ہم اس سرکار کو مجبور کر رہے ہیں کہ ہم ان چیزوں کی طرف پھر یقینی طور پر ہمیں جانا پڑیگا۔ میں تو آج بھی سمجھتا ہوں کہ ہمارے یہاں ایک بہت بڑا فقدان ہے اچھے Officers کی اور یہ young officers بچے ہیں یہ ان بہت ساروں سے بہتر ہیں اور یقینی طور پر انکی جگہ میں یہ ان young پیر ورزگار انجینئرز کو لگا دوں بہت اچھا کام کریں گے۔ تو ہمیں ان چیزوں کو بھی پھر دیکھنا چاہیے۔ دیکھیں یہ حکومت نہ میری ہے نہ آپ کی ہے نہ یہاں بیٹھے ہوئے دوسرے لوگوں کی ہے۔ آج ہم ادھر ہیں کل کوئی اور ہوگا پرسوں کوئی اور ہوگا ترسوں کوئی ہوگا۔ لیکن ہمارے اگر وسائل ہماری گورنمنٹ کے اگر یہ مالی position اسی طرح خراب تر ہوتی چلی جائیگی ہم تو کہیں کے نہیں رہیں گے۔ ہم پھر حکومت نہیں چلا سکیں گے کوئی بھی نہیں چلا سکے گا۔ لہذا اس حکومت نے اسی طرح ان چیزوں کو سنجیدہ لیا ہے۔ ہم نے بنائے ہیں انکے لئے program انکو انشاء اللہ نوکریاں بھی ملیں گی انکو طریقہ کار بھی ملے گا انکے لئے روزگار کے مواقع بھی ہونگے سرکار سے بھی ہونگے private بھی ہونگے۔ لیکن ایک ترتیب ایک طریقہ کے ساتھ اور ہم بھی انکو یہ hope دیں کہ آپ اپنی qualification اچھی کریں میں تو سمجھونگا کہ اپوزیشن کو انکے ساتھ بیٹھنا چاہیے کہ آپ courses کرائیں انکو، آپ انکی تربیت کو اور بہتر کریں آپ انکی qualifications میں انکو دس diplomas کرائیں۔ دیکھیں کل ریکوڈک کی ہم بات کر رہے تھے ریکوڈک تو ایک 5% حصہ ہے بلوچستان کا بلوچستان میں صرف معدنیات کے ذخائر ایک ریکوڈک تھوڑی ہے۔ اس ریکوڈک جیسے چالیس ریکوڈک اور بھی نکلیں گے آپ کے پاس۔ تو ہم نے اس پورے بلوچستان کیلئے لوگوں کو تیار کرنا ہے ہم نے ساحل و وسائل کیلئے تیار کرنا ہے ہم نے fishing کیلئے تیار کرنا ہے refineries کیلئے تیار کرنا ہے ہم نے یہاں alternate energy, renewable energy کے projects کیلئے انجینئرز کو تیار کرنا ہے۔ ہم نے اپنے بڑے بڑے projects کیلئے انکو تیار کرنا ہے ہمارے پاس بہت گنجائش بنے گی انشاء اللہ۔ لیکن یہ گنجائش کون پوری کریگا؟ یہ وہ قابل بلوچستان کا بلوچستانی کرے گا۔ لیکن ہم اُس کو پانچ سال زندہ آباد مرد آباد میں لگا دیں وہ بیچارہ پانچ سال کے بعد جب نوکری کیلئے جائے

وہ بولے گا بھائی جان! یہ تو courses ابھی آپ کو چھ اور کرنے پڑیں گے۔ اُس line پر لگائیں گے آپ انکو اچھے، آپ کی requirement کیا ہے وہ line پر لگائیں۔ آج میں یونیورسٹی BUIITEMS گیا تھا میں نے کہا آپ data بنائیں، کتنی یونیورسٹیز کے انجینئرز ہیں کتنے دوسرے field کے ہیں۔ اس پر debate ہونی چاہیے۔ آج debate اس بات پر نہیں ہونی چاہیے کہ چار بندوں کو permanent کرایا جائے۔ آج debate اس بات پر نہیں ہو رہی ہے، ٹھیک ہے ہمارے بھائی ہیں پیر وزگاری بھی ہم نے دور کرنی ہے لیکن پیر وزگاری at the cost of حکومت کو بٹھانے کی تو نہیں ہو سکی؟ کیونکہ حکومت کے پاس وسائل ہی نہیں ہوں وہ تنخواہ کے بھی پیسے نہ ہوں اور ہمارے پاس دو لاکھ آدمی نوکر ہیں ہم خوش ہیں کہ جی ہم نے دو لاکھ آدمیوں کو نوکری دے دی ہے لیکن تنخواہیں دینے کیلئے ایک کا بھی پیسہ نہیں ہے تو کیا کریں؟ تو نکالنا پڑیگا۔ تو یہ جذباتی فیصلے نہیں ہیں سنجیدہ فیصلے ہیں ان فیصلوں کا اثر ایک بہت بڑا آگے آنے والا ہے اور ان فیصلوں سے قوموں کی زندگیوں میں بہت بڑا فیصلہ آتا ہے۔ تو جناب اسپیکر صاحب! اسی حوالے سے میں کہوں گا کہ ریکوڈک بھی ایک ایسا مسئلہ ہے۔ ریکوڈک ان چار اُس ڈسٹرکٹ کا ایک وہ حصہ ہے جس کو قدرت نے بہت سی چیز یوں سے نوازا ہے، یہ الگ بات ہے کہ ہماری آپ اس کو نااہلی بھی کہیں، ہماری بد عقلی بھی کہیں، کم عقلی بھی کہیں یعنی جس چیز کا بھی آپ نام دے سکتے ہیں شاید ہمارے پاس وہ capacity نہیں تھی، ہمارے پاس وہ professional know-how نہیں تھا ہم اس کو handle نہیں کر سکتے۔ اسی لئے میں دوبارہ کہتا ہوں حکومتوں کو professionalism دکھانا چاہیے۔ آج اگر ہمارے پاس جیسے آپ نے صحیح بات کی میں agree کرتا ہوں میں آپ کو آج کی بات بتاتا ہوں اور میں نے اُنکو کہا ہے کہ اس کو ہمیں proof کرنا ہے ہم PPL کی بات کر رہے ہیں گورنمنٹ آف بلوچستان کے پاس energy department کے پاس ایک technical consultant نہیں ہے جو legal اور technical information ہمارے Minister of Energy کو دے سکیں۔ ہماری law ministry میں ایسی capacity نہیں ہے اور ہمارا جس department کو آپ اُٹھا کے دیکھ لیں سب کی capacities with time ختم ہو چکی ہیں۔ اب ان capacities کو improve کریگا؟ حکومت کرتی ہے۔ آج اگر اس کام کو کرنے جا رہے ہیں ان گیارہ مہینوں کے اندر یہ ہماری ذمہ داری yes بنتی ہے اور ہم اس کو کر رہے ہیں۔ جب تک کہ ہمارے ادارے technically, professionally sound نہیں ہوں گے آج کے دور میں آپ ان چیزوں کو نہیں چلا سکتے۔ چار agreement ایسے غلط کر کے بیٹھ جائیں گے international court میں آپ لیجائیں گے آپ کی ساری چیزیں ضبط کروالیں گے۔ تو آپ کے پاس

یہ ہاؤس ہے میں نے تو اس ہاؤس سے بھی request کی تھی کہ ہمیں legislation, Rules کے amendment, rules کو بہتر کرنا، Acts کے اندر بہتری لانا Law's کو Firm کرنا۔ Laws کو آج کے دور کے بہ نسبت کرنا، Corporate Laws لائیں Financial Laws لائیں Laws لائیں health, Education یہ نئے نئے laws لانے پڑیں گے۔ تب جا کے آپ اپنے system کو تھوڑا secure کر سکتے ہیں۔ ورنہ یہ grey areas بہت بڑھے ہیں اور اسی grey area کی وجہ سے آج ریکوڈک یہاں پہنچا ہے۔ کیونکہ آپ جب اپنی policy میں اتنی گنجائش دیتے ہیں کھلی تو پھر آپ اس پالیسی میں پھنس بھی سکتے ہیں نکل نہیں سکتے۔ اور ریکوڈک میں اسی طرح ہوا کہ ایک simple DG نے لیٹر لکھ دیا please cancel اٹھا کے آپ کا کیس لے گئے international Court میں اور پھر آپ کی انہوں نے ساری چیزیں ضائع کر دیں۔ اس طرح اچانک ایک دن میں ریکوڈک کا یہ فیصلہ نہیں آیا اس کو بہت سال لگے ہیں۔ اب جس طرح زیرے صاحب نے کہا کہ یہ سلسلہ 2019ء جولائی میں آ کے ایک نتیجے پر پہنچا ہے جو کہ بہت غلط ہمارے لئے ثابت ہوا، سب کے لئے نقصان ہے۔ طریقے دو ہیں جس طرح ظہور صاحب نے کہا۔ دیکھیں international court میں آپ یہ کیس بھی ہار چکے ہیں۔ ICC میں بھی ہار چکے ہیں، ٹھیک ہے جی۔ اور Internation level پر جب آپ اپنا کیس ایک تو میں اس forum پر بھی کہوں گا کہ ماشاء اللہ حسین حقانی صاحب جو ایک زمانے میں پاکستان کے Ambassador بن کے بھی گئے تھے یہی حسین حقانی صاحب اسی ریکوڈک کیس میں پاکستان کے خلاف پیش ہوئے۔ یہ تو ہمارا المیہ ہے کہ ہمارے لوگ ہمارے جا کے پھر خلاف بیانات بھی دے دیتے ہیں فتویٰ بھی ظاہر کر دیتے ہیں۔ تو ہم نے جو بھی کیا کمزوریاں کی ہم اس کیس کو اسی حوالے سے جو ہارے ہیں اور اس میں ہمارے legal side میں کم از کم یہ سمجھتا ہوں کہ بلوچستان کے حوالے سے ان چیزوں کو جو ہماری کونسلر تھیں سب نے اپنی کوشش کی یقینی طور پر آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو arbitration کے کچھ وہاں points تھے جن میں کمی بیشی ضرور آئی ہوگی اور ہر case میں آتی ہے۔ اس کے دو تین پہلو اور ہیں جس میں انشاء اللہ ہم کوشش کریں گے میں بتاتا چلوں کے annulment کیلئے جب آپ annulment کا یہ process ہے۔ اور پھر enforcement ہے۔ annulment میں ہوتا ہے کہ تین مہینے کے اندر اندر آپ فوراً کوشش کریں گے کہ annulment کی طرف ایک درخواست جمع کرائیں گے۔ اور annulment کی بنیاد پانچ ہیں، جس کی بنیاد پر آپ اپنا case پھر سے تھوڑا بہت لاسکتے ہیں لیکن chances بہت کم ہوتے ہیں۔ annulment میں زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے، ہو سکتا ہے کہ آپ کی جو overall جو آپ کے

پینالٹیزیشن ہیں اُس میں تھوڑی بہت کمی آسکے۔ annulment کی ایک کمیٹی بنتی ہے کمیٹی جو ہے وہ ICSID بناتی ہے اور ICSID کے اندر جو کمیٹی کے members ہوتے ہیں وہ عموماً کوشش یہ کی جاتی ہے کہ وہ member states یا member نہ ہو جو conflict of interests میں آتے ہیں۔ وہ تین member ایک کمیٹی بناتے ہیں اور وہ annualment کو پھر announce کرتی ہے۔ annualment کے ساتھ ساتھ پھر ایک enforcement جو کبھی بھی ہو سکتا ہے جو سب سے خطرناک ہے۔ اور enforcement ایک عدالت میں نہیں at a time بیس ملکوں میں بھی ہو سکتا ہے۔ تو یہ بڑا عجیب سا law ہے۔ enforcement میں وہ ہے کہ وہ ایک کس آپ پر مثلاً South Africa میں بھی کر دیں گے ایک America میں بھی کر دیں گے ایک UK میں بھی کر دیں گے، ایک Paris میں بھی کر دیں گے دُنیا کے بہت ساری عدالتوں میں آپ کے خلاف enforcement کر دیں گے۔ اور enforcement کا کیا مطلب ہے؟ اسکا یہ مطلب ہے کہ یہ ساڑھے پانچ یا چھ ارب روپے ان سے دلو آؤ۔ یہ ہے enforcement اور پھر وہ عدالت، اچھا! وہاں بھی پھر ہم جا کے challenge کر سکتے ہیں لیکن chances بہت کم آتے ہیں تو وہ عدالت۔ اچھا enforcement جو عدالت ہے اُس میں بہت ایک مزے کی چیز اور ہے وہ عدالت جہاں بھی آپ کا کس چلے گا وہ اپنی state کے laws بھی اُس کے ساتھ منسلک کرتے ہیں۔ یہ enforcement Act کے اندر جو شق ہے یہ بڑا خطرناک دور بھی بنتا ہے کہ وہ جو ہمارے خلاف Company ابھی جائے گی تو اُنکی عدالتوں کا rule بھی اس پر apply آتا ہے۔ مثال ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ جی ہماری state کی policy کے through اس کو اس طرح نہیں اس طرح ہونا چاہیے، اس کو اتنی جلدی نہیں اتنی دیر سے ہونا چاہیے یا جو بھی ہے وہ ہونا چاہیے۔ ہم definitely as a Government ہم پہلے جو فیصلوں کی بات ہو رہی ہے ابھی تک کوئی فیصلہ ہوا ہے نہیں۔ Yes پہلی چیز یہ ضرور ہے کہ ہم اپنے annualment کے حوالے سے اور ہم اپنے enforcement کے حوالے سے recontest بالکل ضرور کریں گے وہ ہمارا first right ہے جو کہ ہمیں ہر صورت میں کرنا چاہیے۔ یہ نہیں ہے کہ ہم اقتدار میں ہیں کہ اب کیا ہو، وہ تو ہم انشاء اللہ کرنے جا رہے ہیں۔ yes، اُسکے لیے ہمیں expertise بھی ساتھ ساتھ اب رکھنی پڑتی ہے۔ پہلے بھی expertise تھی۔ لیکن پچھلے expertise کی requirement بہت مختلف تھی۔ اب enforcement اور annulment کی requirement تھوڑی different ہوگی۔ سچھلی آپ کے counsel کا کام تھوڑا different تھا، اس counsel کا کام تھوڑا different ہوگا۔ وراسی طرح آپ کے جو technical advisors ہوں گے، وہ

بھی آپ کو ہمیں بڑے غور سے دیکھنے ہوں گے کہ ہم جب enforcement اور annulment کے لیے ان Courts میں جائیں گے، ہمارے پاس کس قسم کے bases ہوں، جن کے اوپر ہمارے پاس technical advisor ہوں جو ان نئی کمیٹی کے ممبرز کو قائل کر سکیں۔ تو simple ایسا نہیں ہے جس کو ہم سمجھتے ہیں۔ چونکہ اب verdict آ گیا ہے، اب آپ کچھ نہیں کر سکتے ہیں۔ فیصلے کیا ہونے ہیں؟ پہلا تو فیصلہ آپ یہ دُعا کریں کہ یہ annulment یا enforcement میں ہمارے لیے کوئی راستہ بن سکے۔ اگر نہیں ہے تو پاکستان نہیں، بلوچستان ہے، بلکہ، پاکستان بعد میں یہ penalization پوری Government of Balochistan کی یہ 6 ارب ڈالرز جو ہیں یہ حکومت بلوچستان نے دینے ہوں گے۔ وفاق کس طرح اُس کے ساتھ آتا ہے۔ اور حکومت بلوچستان کس طرح آتی ہے۔ یہ جو کبھی کبھی ہم policies کی بات کرتے ہیں اور جذبات میں آ کے ایک دوسرے کو بلا وجہ کہتے ہیں کہ ہم چیزوں کو صحیح نہیں دیکھ رہے ہیں۔ اور یہاں حق ہے اور یہ ہونا چاہیے۔ بھوک و افلاس یہ چیزیں ساری ہیں۔ یہ ایسے non-professionals، جب decisions لیتے ہیں تو ان کا نتیجہ اسی طرح نکلتا ہے۔ آپ آج کی صورت میں اپنے آپ کو لے آئیں۔ اور آپ نے 6 ارب ڈالرز دینے ہیں۔ میں اور آپ بیٹھ کے یہاں کیا تقریریں اور کیا کیا منصوبے بنا رہے ہیں۔ کیونکہ ہمارے سارے منصوبے، جذبات پر زیادہ ہیں actual ground پر کم ہے۔ اور ہماری physical space ہے ہی نہیں اتنی، ایک ہزار ارب روپے ہیں یہ۔ ایک سو پچاس، ایک سو ساٹھ بلین کے ratio سے آپ آج کل اس کو لگا دیں یہ تقریباً آپ کا 950 ارب روپے کا figure بنتا ہے۔ 950 ارب کا مطلب ہے کہ پورے حکومت بلوچستان کا تین سال کا مشترکہ بجٹ جس میں PSDP، پنشن، salary or non-salary یہ سارے جمع کرادیں، یہ تین سال صوبہ اور اس تین سال کے اس عرصے میں پورے بلوچستان کے بشمولیت میرے اور آپ کے ہم سب یہ طے کر لیں کہ جی تین سال تک ہمیں نہ تنخواہیں چاہئیں، نہ میڈیکل چاہیے، نہ گھر کا allowance چاہیے، نہ پنشن چاہیے، نہ PSDP چاہیے، نہ کوئی بل چاہیے، کوئی کام نہیں چاہیے، ہم بڑے محبت وطن بلوچستانی ہیں اور تین سال ہم اپنی زندگیوں کو قربان کرتے ہیں اس صوبے کے لیے۔ مجھے نہیں لگتا کوئی آئے گا۔ میں جی ادا کا میں نہیں کہہ سکتا پھر کوئی نہیں آتا۔ تو ہم factually دیکھیں چیزوں کو کہ ہمارے یہ جذبات نہیں ہیں کہ میں آ کے کھڑا ہو جاؤں، تقریر کر دوں، دو لاکھ آدمی تالی بجادیں۔ ان ایک کروڑ بیس لاکھ بلوچستان کے لوگوں کا مستقبل کا فیصلہ ہے۔ لیکن دینا ہے کوئی اور طریقہ کار نہیں ہے۔ کس طرح دیں گے آپ کے پاس کیا option ہے؟ یا تو پہلا option میں نے بتا دیا کہ تین سال تک ہم سب بھول جائیں، اگر پوری بلوچستان کی قوم اور بلوچستان کی پوری اسمبلی ہمارے

ادارے، ہمارے نوکر، ہمارے بی ڈی اے، ہمارے انجینئرز، ہمارے Pharmacists، ہمارے Teachers، ہم سب ماشاء اللہ محبت وطن ہیں۔ ہم فیصلہ کر لیں کہ جی قربانی دینی ہے۔ بلکہ گھر کے سونے بھی بیچ کر لائیں گے۔ زمینیں بیچ کر بھی بلوچستان کا قرض اُتاریں گے۔ تو میں کہتا ہوں کہ کل سے ہم یہ مہم شروع کرتے ہیں۔ جس طرح ہم نے پہلے بھی ایک مہم شروع کی تھی۔ اور کرنا پڑیگا۔ ہمیں یہ پہلا option ہے جو بہت مشکل لگتا ہے۔ دوسرا option کیا ہے، آپ کے پاس آپ اپنے اثاثے بیچیں، بلوچستان کے پاس اگر کوئی اثاثے ہیں تو بلوچستان بیچے۔ اور ہمارے اثاثے کیا ہیں، ہمارے اثاثے ہمارے پاس زمین ہے یا کچھ اور چیزیں نکلیں گی۔ تیسرا option کیا ہے کہ وفاقی حکومت آئے کہ جی ہم آپ کو نکالیں گے، وفاق میں بھی ہماری جس طرح ماشاء اللہ چونکہ یہ جذبات کے فیصلے ہم جس طرح یہاں کرتے ہیں، وہاں اس سے double کرتے ہیں۔ تو وفاق میں بھی یہ حالت ہے۔ وہاں تو IMF کا ایک ارب آجاتا ہے، ہم خوش ہو جاتے ہیں کہ دو سال اچھے یا ایک سال اچھا گزر جائے گا۔ تو وہاں بھی کوئی اچھے حالات نہیں ہیں۔ نہ پہلے formula سے رُک سکتا ہے نہ دوسرے سے رُک سکتا ہے نہ تیسرے میں کوئی جان ہے۔ چوتھی چیز آپ کے پاس کیا آسکتی ہے؟ چوتھی چیز آپ کے پاس یہ آسکتی ہے کہ آپ اس کا کوئی formulation بنائیں گے، formulation کیا بنا سکتے ہیں۔ دیکھیں ہمیں اس کا حل نکالنا ہے اور بہتر ہے کہ اس کا حل اسی صوبے، اسی ملک کے اندر نکلے سب سے اچھا ہے۔ ہمیں طریقہ تو نکالنا پڑے گا، banks کو involve کریں گے، آپ bonds issue کروائیں گے، آپ اپنی کمپنیوں کو joint ventures کریں گے، پاکستان کے جو بڑے بڑے ادارے ہیں اُن کو ہم اکٹھا کریں، اس کا ایک formulation بنائیں، ہم ریکوڈک سے علاوہ بلوچستان میں اور بہت ساری چیزیں، اُن کا ایک طریقہ کار بنائیں۔ ہمیں کچھ تو بنانا ہوگا۔ اور اُس فارمولے کے تحت یہ ایک الگ بات ہے کہ یہ ایک مشترکہ آپ کو یہ پیسے نہیں دینے ہوں گے۔ اس کا ایک time period بھی آتا ہے، اس کا ایک phase بھی آتا ہے، اس کا طریقہ کار بھی ہوتا ہے۔ لیکن یہ serious معاملہ ہے۔ فیصلے اب صرف یہ ہوں گے کہ بیچے اس سے کیسے، نہ ابھی کوئی agreement sign ہو سکتا ہے نہ ابھی کوئی agreement کو آپ واپس لے سکتے ہیں۔ نہ 2012ء کی policy کو آپ ابھی کچھ کر سکتے ہیں۔ yes ایک کام ہو سکتا ہے جو انشاء اللہ ہم کریں گے۔ ٹھیک ہم نے پچھلی governments میں ہائی کورٹ نے تو بڑا، سپریم کورٹ نے decision دے دیا لیکن سپریم کورٹ تک کا decision آج ہمیں بڑا مہنگا پڑ گیا۔ اور اسی طرح میرے دوستوں نے کہا کہ وہ بڑا اچھا قدم تھا scientist صاحب کو وہاں ریکوڈک لے جانے کا۔ میں agree نہیں کرتا۔ دیکھیں جس کا جو کام ہے اُس کو کرنے دیں، دوا رب کا ہم نے سامان خریدا، اس

mining کے لیے آپ کو کم سے کم ڈیڑھ سو سے دو سو ارب چاہیے تب جا کے آپ ریکوڈک جیسے magnitude mine کو develop کر سکتے ہیں۔ ہماری حکومت اور ہمارے جو scientist صاحب تھے انہوں نے بولا جی ڈیڑھ ارب روپے دو میں ایک excavator لیتا ہوں، bulldozer ایک ہے، loader ایک ہے، dumper تین ہیں، generator آٹھ ہیں، اور container بیس ہیں۔ ہم جا کے دنیا کو دکھائیں گے کہ ریکوڈک کس طرح بنتا ہے۔ اُس بات تک میں اتفاق نہیں کرتا، بہت غلط کیا۔ اُس وقت بھی ہمیں یہ کرنا چاہیے تھا۔ دیکھیں ہمارے پاس ایک بہت اچھا project ہے ”تھر“ کا، انہوں نے بڑا کمال کا کام کیا ہے۔ انہوں نے وہ کام کیا ہے جو ہم بھی چاہتے ہیں اور ہمیں suit بھی کرتا ہے، اور دنیا بھی چاہتی ہے اور سب کے لیے اچھا ہے۔ سندھ گورنمنٹ اور تھر کمپنی کے درمیان جب معاہدہ ہوا انہوں نے کہا جی دنیا کی بہترین کمپنی کون سی ہے جو mining کرتی ہے؟ انہوں نے کہا کہ جرمنی میں ایک کمپنی ہے۔ وہ جرمنی گئے، کمپنی سے بات کی ”کہ ہمیں اس کو develop کرنا ہے“۔ تو انہوں نے کہا ”ٹھیک ہے جی ہم آپ کے ساتھ آتے ہیں، یہ ہماری فیس ہے“۔ انہوں نے بولا ”ٹھیک ہے done“۔ اُس کے بعد وہ چائنا گئے۔ انہوں نے کہا کہ دنیا کی سب سے بہترین کمپنی کون سی ہے جو کہ ایک mining والا کام کرے؟ یہ اُس پر نظر رکھیں، basically supervisor اُن کو چائنا سے وہ کمپنی مل گئی۔ کیونکہ انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں تو نہیں پتہ ہے کہ وہ اچھا کام کرتی ہے یا غلط کام کرتی ہے۔ ہمارے پاس پاکستان میں mining اس level کی تو پہلی دفعہ ہو رہی ہے۔ تو انہوں نے ایک chinese company کو hire کر لیا۔ پھر انہوں نے اسی طرح as angro, as sindh government یہ تین چار investors کے پاس آئے کہ یہ دنیا کا سب سے بڑا one of the biggest gold reservoirs ہے، یہ Minner ہے، یہ supervisor ہے، یہ گورنمنٹ ہے ہم سب مشترکہ ہیں، invest کریں گے، نہیں کریں گے۔ انہوں نے بولا win win situation ہے، ہم کرتے ہیں۔ انہوں نے investment کر دی۔ آج ”تھر“ 650 میگا واٹ produce کر رہا ہے اور یہ واحد ”تھر“ ہے جس نے سندھ گورنمنٹ کو 51% share دیا۔ resource۔ اور ان کو لوکل سطح پر communities کو سارے resources وہ سارا بھی شامل ہے۔ یہ چیز اُس زمانے میں ہوتی آج یہ ریکوڈک بھی چل رہا ہوتا۔ لیکن ہم یا تو کسی نے مشورہ دیا ہوگا کہ صاحب آپ ہمت کریں یہ ریکوڈک کیا ہے ہم نے تو بم بنا دیا ہے۔ اور وہی صاحب موصوف جن کی آپ بات کر رہے ہیں، وہاں پہنچ گئے۔ لیکن الحمد للہ اس بات سے یہ ایک چیز ضرور ظاہر بھی ہو جاتی ہے کہ یہ professional level کے بہت

بڑے بڑے کام ہیں۔ ہمیں professional attitude کے ساتھ ان کو address کرنا چاہیے۔ لیکن ہماری حکومت نے ایک اور تھوڑا سا دو تین کام اس میں کیے۔ ایک تو واقعی وہ سامان اس سے پہلے کہ مزید ضائع ہو جاتے تو ہم نے کہا کہ ان سامانوں کو اب departments میں دے دیں، کم سے کم پانچ سال سے وہاں پڑے ہوئے ہیں، پانچ سال تو یہ سامان پڑا ہوا تھا آپ کا۔ ہم نے ابھی جو irrigation کی ضرورت تھی اُس کو دیا، جو لوکل گورنمنٹ کی ضرورت تھی اُس کو دیا، جو agriculture کی ضرورت تھی اُس کو دیا۔ اور اسی طرح ان سامانوں کو ہم نے کہا جی یعنی اس سے پہلے کہ دس سال بعد مزید سڑ جائیں گے، کم سے کم ان departments کے کام میں آجائیں گے۔ یہ کچھ نہ کچھ عوام کے لیے اور اسی ایک گریڈر نے ابھی زیارت میں تھوڑا بہت کام کر کے برف بھی اٹھایا۔ ایک PDMA کے کام میں آئے، سامان لے جانے میں۔ تو کاموں میں لانا چاہیے۔ دوسرا کام جو ہم نے اس میں ذرا بہتر کیا کہ ہم نے ایک policy بنائی ہے، جس کو میں appreciate کروں گا، ثناء صاحب بڑے مشکل سے appreciate کرتے ہیں۔ لیکن جو حکمرانی کا طرز عمل ہے اُس میں چلیں کچھ اچھائی بھی نکل آتی ہے۔ تو یہ جو policy ہم نے بنائی اس policy کو 2000ء میں بننا چاہیے تھا۔ یا 1992ء میں ہمارے rules ہیں، وہ policy نہیں ہے۔ یہ پہلی دفعہ بلوچستان گورنمنٹ policy ہم نے approve کر دی ہے۔ ابھی انشاء اللہ آئے گی۔ اس میں وہ ساری چیزیں آپ recover کر سکتے ہیں کہ کیا ہوگا، طریقہ کار کیا ہوگا، لوکل rights کیا ہونگے۔ اور یہ پہلی دفعہ آپ یقین کریں ہم نے لوکل rights میں یہ بھی رکھا ہے کہ اگر کوئی ایسا potential area نکل آتا ہے جہاں آپ سمجھتے ہیں کہ ایک بہت بڑا ذخیرہ ہے لیکن وہاں آبادی بھی ہے، کمپنی make sure کریں گی ناں صرف ان کو shift کرے گی، بنا کے دے گی، ان کو پورا take over کرے گی۔ ان کی جو چیزیں متاثر ہو رہی ہیں اُس time سے اور آگے کی، ان کو بھی کمپنی cover کرے گی۔ یہ ہماری policy میں as a protection right بھی شامل کیا گیا ہے۔ جس کو ہم نے open بھی کیا تھا۔ پورے بلوچستان میں، پاکستان میں اور انشاء اللہ اُس کی final phase بھی انشاء اللہ ہم لا رہے ہیں۔ تو یہ وہ چیزیں ہیں جن کو کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ جناب چیئرمین صاحب! اب ہمارے لیے، جس طرح میں نے آپ کو ایک ساری situation بتائی ہے، یہ صرف بتانے کا مقصد ہے کہ ہم کسی کو کسی چیز میں اندھیرے میں نہیں رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ جو اندھیرے میں رکھ رکھ کے یہ چسکا پڑ گیا۔ یہ صرف ان وجوہات کے خدشات، کچھ لوگوں کے خدشات ٹھیک تھے، لیکن خدشات، جذبات یہ ساری چیزیں جب ملتی ہیں پھر نتیجے ایسے نکلتے ہیں۔ آج PPL کی آپ بات کر رہے تھے، آج اگر ہمارے پاس basically ایک اچھا

mechanism of technical and professional know-how لوگ ہوں، وہ ایک تو ہماری اور بھی بڑی کمزوری ہے کہ آپ آج technical know how کے لیے رکھ لیں، پیٹرولیم کے لیے آپ کو بلوچستان میں نہیں ملے گا۔ لیکن چار آدمی آجائیں گے۔ میں نے کیا ہوا ہے، مجھے رکھیں اور وہ جب ہم رکھ لیں گے پھر پتہ چلے گا کہ بھائی! وہ تو صرف ایک ڈپلومہ کر کے بیٹھا ہوا ہے، professional لوگ رکھیں۔ دیکھیں middle east کہاں گیا۔ اگر middle east بھی اپنے طرح بدوؤں کو سارا جمع کر دیتا اور ہر کام پر ایک ایک بدو لگا دیتے پھر یہ middle east آپ کو ایسا نظر نہیں آتا۔ وہ سمجھ چکے تھے۔ ہاں ہم 20 سالوں بعد کی generation بنائیں گے۔ جب یہ لوگ آ کے کام کرینگے۔ آہستہ آہستہ ہم اپنی next generation کو تیار کرینگے اُس قابل بنائیں گے۔ آج middle east اُس stage پر ہے کہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ اماراتی ہوں، سعودی ہوں، گلف کے ہوں، قطر کے ہوں، انہوں نے اپنی ایک generation کو اتنا قابل بنا دیا، تعلیم اور ان سب چیزوں میں، اب وہ time ہے کہ اب کو اُن foreign expertise کی ضرورت نہیں ماشاء اللہ وہ خود کفیل ہو گئے ہیں۔ لیکن ہم نے کیا غلطی کی شروع میں ہی کہ ہم نے اپنے ہی choose کر لیے۔ کیونکہ ہم اُس میں بہت برا چھنٹے ہیں۔ اور خاص کر سیاستدان تو بہت برا چھنٹے ہیں۔ کہ جی میں ہوں نہ میری ڈگری دیکھیں، میری qualification دیکھیں، آپ نے مجھے اسٹنٹ پروفیسر نہیں لگایا، آپ نے مجھے VC نہیں لگایا، آپ نے مجھے ایڈووکیٹ جنرل نہیں لگایا، آپ نے مجھے اسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل نہیں لگایا، میں بلوچستان سے ہوں۔ دیکھیں اگر قومیت پر اور ان چیزوں پر اگر ہم یہ فیصلے کریں۔ ٹھیک ہے قومیت یا یہ ساری چیزیں اچھی ہیں لیکن اُس ادارے کو میری قومیت نہیں چلا سکتی۔ اُس department کو جب law form میں جب مجھے PPL کورٹ میں گھسیٹ کے لے جائے گا۔ تو وہاں میں جتنا بڑا نواب ہوں، سردار ہوں، علاقے کا بڑا ہوں، یا میرا تعلق فلاں قبیلے سے ہے۔ وہاں جا کے میں بالکل دو الفاظ میں خاموش ہو کے بیٹھ جاؤں گا، پھر میں وہ وکیل کو بولوں گا ”کہ بھائی تم جواب دو مجھے تو آتا ہی نہیں ہے کچھ“۔ تو کم سے کم میری request ہوگی۔ اب ہم جو بھی لوگ رکھیں اُن کی بنیاد، highly qualified لوگ ہوں۔ پھر آپ کو جہاں سے بھی ملیں۔ تو اسی طرح ہم PPL کے حوالے سے، ریکوڈک کے حوالے سے، بلوچستان کا ہمارا کل کو فنڈز ایکٹ آتا ہے، ہماری industrial development آتی ہے۔ ہمیں اب دو لوگوں کی بہت ضرورت ہے، lawyers جو اُس field میں expertise رکھتے ہوں۔ صرف lawyer کی ضرورت نہیں ہے۔ law criminal میں ہے، justice میں ہے، corporate میں ہے، پیٹرولیم میں ہے۔ یہ سارے definations ہیں، آپ کو اُسی energy میں ہیں۔ تو آپ کو وہ لوگ رکھنے

پڑیں گے، agriculture میں ہیں، آپ کو وہ رکھنے پڑیں گے۔ کل کو industry میں ہے تو آپ کو corporate رکھنا پڑے گا۔ اسی طرح ہر department میں ہم کو ایک technical expert رکھنا پڑے گا جو ہمیں guide کرے گا۔ ابھی میں اور آپ بیٹھ جاتے ہیں۔ ہم ایک کمیٹی میں بیٹھتے ہیں۔ سیکرٹری بھی آجاتے ہیں۔ تو میں نے جیسے کہا اب تو سیکرٹریوں کا experience کیا ہوتا ہے ایک سال ایک department میں، چھ مہینے میں ایک اور میں چلے جاتے ہیں، پانچ میں کسی اور میں چلے جاتے ہیں۔ تو ان کو بھی know how کا بڑا، management کا تو ان کو idea ہے، administration کا لیکن technical know how اتنی نہیں ہوتی۔ technical know how آپ کی experts کے پاس ہوتی ہیں۔ تو آج جب ہم ایک meeting میں بیٹھے تھے، فیڈرل کے حوالے سے جو کہ ہماری ایک meeting ہونے جا رہی ہے کہ مختلف issues تھے جس میں PPL بھی تھا، زمینوں کے مسائل بھی تھے، آنے والی refineries اور یہ چیزیں۔ تو پتہ چلا، خیر پتہ تو پہلے سے بھی تھا، جن چیزوں پر ابھی کام ہو رہا ہے۔ ہمارے پاس لوگ ہی نہیں ہیں۔ تو ابھی expertise ہم بلا رہے ہیں کہ بھائی آپ کو ہم hire کرتے ہیں، رکھتے ہیں تاکہ آپ اس میں ہماری معاونت کر سکیں۔ تو میں ایک چیز کی ضرورت request کروں گا کہ دیکھیں یہ ایک، نہ یہ کام آپ نے کیا ہے نہ اس house نے کیا ہے نہ ہم نے کیا ہے یہ پوری ذمہ داری بلوچستان پر آئی ہے۔ اور ہمیں جو بھی فیصلہ انشاء اللہ کرنا ہوگا time to time آ گا ہی ہم پورے house کو بھی ساتھ ساتھ دینگے۔ لیکن چند steps ہیں، یہ ہوں گے، یہ فیصلے والے steps نہیں ہیں یا اب فیصلوں سے چیزیں گزر چکی ہیں۔ ایک تو ہم نے ریکوڈک کو بند کر دیا ہے صرف ان دو، جیسے ہم کہتے ہیں کہ leases ہیں اُس پر ہم نے بند کر دیا ہے۔ اگر آپ ریکوڈک کا تجزیہ کر لیں ریکوڈک بہت بڑا ہے، یہ سو square miles پر پھیلا ہوا ہے۔ اُس سو square miles کے اندر جو آپ ایک block ہے اُس کے اندر 14 points ہے اُن میں سے 2 پر TCC کا کیس ہے باقی آپ کو کسی نے بند نہیں کیا لیکن ہم نے پچھلے 7 سالوں میں پتہ نہیں کیوں اُس خوف سے ہم کسی اور کو develop نہیں کیا۔ yes آپ کی بات صحیح ہے ہم اگر اس کمپنی کو اُس وقت اس بات پر active کرتے کہ بھی ٹھیک ہے ریکوڈک چل رہا ہے۔ یہ جو 14 یا 15 انکے ہیں اُس پر مسئلہ چل رہا ہے باقیوں پر تو کچھ بھی مسئلہ نہیں ہے۔ آپ کام کریں expression of interest بلائیں expertise بلائیں core drilling کروائیں چیزیں کروائیں determin کریں اور ہم دوسرے اپنے areas develop کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے اسی میں ایسے لوگ بھی آجاتے ہیں جو کل اسی بھی responsibility لے لیتے ہیں۔ لیکن اب Government of Balochistan ہم پہلے ہی آتے ہی

ہم نے یہ start کیا تھا۔ اُسی کے لیے ہمیں policy بنانی پڑی کہ ہم policy سے پہلے اسمبلی نہیں گودیں گے۔ اسی طرح ہم غلطی سے ایک دفعہ پھر گود جائیں وہ 2012ء کے روز کے تحت پھر پھنس جائیں۔ الحمد للہ ہم policy لائے ہیں۔ اب policy کے بعد ہم ایک کمپنی Government of Balochistan ایک company form میں جانے کا plan کرتی ہے۔ کہ ہم اپن ایک ایک چیز کے لیے خود کام کیوں نہ کریں۔ یا خود جا کے نہ کریں۔ ہمارا کام ہے چیزوں کو سمیٹ کے ایک ساتھ لانا۔ اور اُن سے کام لینا۔ خود ہمیں نہیں پڑنا چاہئے۔ یعنی کہ secretary mines کو ہم جا کے خود 4 مشینیں لے کے وہاں کام نہیں شروع کرنا چاہئے DG کو expertise hire کریں اور انشاء اللہ ہم وہ کریں گے۔ اور اُس کے لیے ہم ایک طریقہ کار جیسے جیسے بناتے جائینگے ہم آپ سب کو آگاہ رکھیں گے۔ کیونکہ اب وہ time آ گیا ہے کہ ہم اپنا resource develop کرنا ہیں۔ اگر ہم نے اپنا resource انشاء اللہ اس سال جیسے ہمارا ایک target ہے ایک 25-30 ارب کا revenue کا الحمد للہ پچھلے سال ہمارا تقریباً صرف BRA کا 9 سے 10 ارب پہنچے ہیں 5 سے شروع ہوا اُس سے پہلے 2 سے شروع ہوا اُس کو بڑھانا ہے۔ ہمارے resources آج ابھی میں Finance minister صاحب سے یہی کہہ رہا تھا کہ آپ imagine کریں سوارب روپے کی ہم نے PSDP بنائی اور ہم بڑے خوش ہو جاتے ہیں۔ imagine کریں کہیں آپ ڈھائی سو کا تین سو کا تین سو کا تین سو کا تین سو کا ہوگا۔ اور ہے اس صوبے میں potential چار سو ارب روپے کا بنانے کا۔ لیکن focus کرنا پڑے گا focus اگر دیکھیں اگر 4 سو ارب کا فائدہ آپ سب اٹھائینگے یہ کیلا حکومت نہیں اٹھا رہی سب اس کا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ لیکن کم از کم جو اپنا کام کر رہا ہے اُس کو کرنے دیں باقی سیاست میں آپ جتنا ٹانگ کھینچنا چاہتے ہیں ادھر ادھر کریں چند sectors ہیں اُس پر compromise نہ کریں اداروں کی بہتری کوئی compromise نہ کریں financial stability اُس کو بہتر کرنے میں کوئی compromise نہ کریں۔ yes transparency accountability بالکل بہتر ہونی چاہئے efficiency میں ایچھے لوگ نہیں ہیں اپنے کام نہیں کر رہے ہم سب کو compromise کرنا چاہئے ہمارے بھی 10 جاننے والے ہیں جو کوئی سیکرٹری بن سکتا ہے DG بن سکتا ہے کوئی joint secretary بن سکتا ہے کوئی فلاں ہے کوئی XEN بن سکتا ہے تھوڑا سا ہمیں ایک دو سال برداشت کرنا پڑے گا۔ اچھے آفیسرز کو مواقع دیں روڈ آپ کی اچھی بنائینگے کام آپ کا اچھا کرئینگے yes political pressure آتا ہے سب پر آتا ہے جس طرح سردار صاحب نے بات کی کہ یہ حکومت یہ اسمبلی اگر اس طرح کے precedence چھوڑ جائے آپ اس کا result خود دیکھے گے اور result لوگ ہی appreciate کرئینگے۔ لیکن ہماری سیاست کی بڑی ایک

کمزوری بھی ہے کہ ہم middleman میں وقت ضائع کرتے ہیں سیاست میں بھی ہمارے بڑے middleman ہیں، ہمارے ہیں، نیچے طبقے کے ہمارے بہت سارے minddleman ہیں ہم اُن میں پھنسے ہوئے ہیں۔ وہ ہم سے پھر اس طرح کی سفارشات کروادینگے اس کو یہ کریں اس کو یہ ہونا چاہئے۔ تھوڑا بلوچستان کو اس سے نکلنا ہو اس صوبے میں بہت potential ہے جس سے بھی بات کریں solarization پر آپ بات کریں، coast development پر آپ بات کریں، mineral پر آپ بات کریں، mining پر آپ بات کریں carbon development جس میں petroleum ہے اُس پر آپ بات کریں، agriculture پر آپ بات کریں۔ میں آپ کو ایک بہت چھوٹی سی مثال دوں گا بہت چھوٹی مثال ہے لیکن دینا اس لیے چاہوں گا کہ ضروری بھی ہے ایک potential کی بات ہے۔ شاید اس fourم پر اس کو کس طرح لیا جائے لیکن sharing میں اپنے زندگی میں کبھی کسی مثال کو چھوٹی سمجھتا نہیں ہو کیونکہ کبھی کبھی بہت چھوٹی مثالوں سے لوگ بہت فائدہ بھی نکلا جاتے ہیں۔ میں جناب اسپیکر صاحب زیارت annexy میں گیا تو وہاں پر CM annexy ہے اور وہاں پھول لگے ہوئے تھے۔ اور وہاں پر مجھے پھول ایک بڑا مختلف سا نظر آیا تو میں اُس پھول کو پہچان نہیں سکا۔ تو میں نے تھوڑا معلومات بھی لی اور تھوڑا Net سے پتہ کیا تو اُس پھول کا نام ہے لٹی۔ اُسے لٹی کہتے ہیں۔ تو لٹی بہت مشہور پھول ہے دنیا میں۔ اُس پھول میں صرف مثال آپ کو دیتا ہوں اُس کی اہمیت کو آپ سمجھ لیں تو آپ باقی چیزوں کو بھول سکتے ہیں۔ لٹی کا ایک پھول ایک ٹہنی جو ایک سیدھی سی نکلتی ہے اور سو ہزاروں طرف سے نکلتی ہے، اسلام آباد میں ساڑھے 4 سو روپے کا ایک دانہ پڑتا ہے اور کراچی میں بھی آپ اُس کو لینے جائیں تو ڈھائی 3 سو کا پڑتا ہے اور یہ middle east میں یہ تقریباً ایک ہزار روپے کا پڑتا ہے ایک دانہ ایک single ٹہنی اتنی سی ہے ڈھائی فٹ کی بنتی ہے۔ اور اس کو موسم بڑا ideal چاہئے ہوتا ہے قلات، سوراہ، مستونگ، کوئٹہ، زیارت، پشین، کان مہترزی یہ وہ علاقے ہیں آپ اس کو بے انتہا اُگا سکتے ہیں۔ اور یہ ایک ایکڑ ایسا ہے کہ جو 30 سے 40 لاکھ روپے ایک ایکڑ سے دے سکتا ہے جو پھولوں کا شوق رکھتے ہیں کبھی اس پر کام کریں۔ لٹی flower bouquet میں بہت کم ڈالے جاتے ہیں۔ کیونکہ مہنگا ہے۔ تو اس صوبے میں آپ ہر چیز اگالیں چاول اگائیں دنیا کا بہترین پھول اگائیں دنیا کا بہترین پھل اگائیں دنیا کا سب سے بڑا پروڈیوسرز عفران کا ایران ہے، پھر انڈیا ہے۔ مستونگ میں اُس زمانے میں اُگایا گیا تھا جب زعفران کے حوالے سے پتہ نہیں تھا۔ آج ہم سیب اور زردالو کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں جس نے پانی کا زخیرہ آپ کا تباہ کر دیا۔ اس مستونگ کے اندر تقریباً کوئی 40-50 سال پہلے pistachio کے فارم لگے گئے تھے اور concept تھا کہ اس کو پورے بلوچستان میں پھیلا یا جائے گا ہم نے

نہیں کیا یہ olive جو اس صوبے میں اس پورے بیلٹ میں 4 سو سے 5 سو کلو سو کلو میٹر کے area میں بہت آرام سے اُگ سکتے تھے ابھی اُگ رہا ہے ہم نے اس پر توجہ نہیں دی تو ہم نے livestock پر توجہ نہیں دی fishery جو دنیا میں ایک بہت بڑا سرمایہ ملکوں کو اٹھنے میں پڑتا ہے۔ ویٹنام جیسے چھوٹا ملک 4 سے 5 ارب ڈالر کماتا ہے۔ چھوٹا سا ملک ہے۔ ہمارے پاس 7 سو کلو میٹر coast بہترین پانی کا ہے لیکن یہ ساری چیزیں کب ممکن ہیں اس کے لیے آپ کو وقت نکلنا پڑتا ہے۔ سیاست سے تھوڑا ہٹ کے وقت نکلنا پڑتا ہے۔ professional لوگ آپ کو hire کرنا پڑتے ہیں۔ وسائل کو صحیح طریقے سے divert کرنا پڑتا ہے اور انشاء اللہ پھر یہ چیزیں آپ کو جب فائدہ دینا شروع ہو جائیگی۔ کیونکہ مجھے یاد ہے جب بلوچستان میں۔۔۔

(خاموشی۔ عشاء اذان)

جناب اسپیکر صاحب! اس طرح کے ہیں opportunities اس صوبے میں اللہ نے بہت دی ہے focus system of solar ایک نئی technology آئی ہے جہاں solar کے پلیٹ جو ہیں وہ curve ہوتے ہیں، یہ ایک نئی technology دنیا میں ہے اور اُس پر بڑا کام ہو رہا ہے۔ یہ وہ solar technology ہے جو 8 گھنٹے نہیں تقریباً 18 گھنٹے بجلی دیتی ہے۔ یہ کیا کرتی ہے در یہ دنیا میں Arizona میں انہوں نے کامیاب کیا تھا پھر Egypt میں ہو Africa میں کئی جگہ ہوئے ہیں۔ اور بلوچستان کا ایک حصہ ایسا ہے جو اس پورے ملک میں سب سے suitable ہے اُس کے لیے جہاں آپ کو thermal heating سب سے زیادہ ملتی ہے اور کامیاب تر project کہا جاسکتا ہے۔ جو آپ کو 18 گھنٹے بجلی دے گا، جو آپ کی cost of production جسے ہم کہتے ہیں کہ دنیا میں سب سے زیادہ آج کل hydal کے بعد coal کے بعد آج کل solar بھی اُس سے آگے جا چکا ہے کہ solar بھی چار پرتین cent پر آگیا یہ اُس سے بھی کم میں پڑتا ہے تو یہ potential ہے اس صوبے میں کہ جو جہاں کہتے ہیں ناں کہ آپ ہاتھ ڈالیں آپ کو کچھ نہ کچھ نظر آتا ہے، کچھ ملتا ہے۔ لیکن یہ پڑے رہے ہیں۔ بندے جن قوم میں پیدا نہیں ہوتے پھر یہ وسائل بھی کسی کام کے نہیں ہیں۔ ہمیں human resource پر اس قوم کے لوگوں پر محنت کرنی چاہئے۔ ہو سکتا ہے ہماری محنت، لیکن 10 سال بعد 15 سال بعد وہ اُس کا فائدہ اٹھائیں گے۔ ہو سکتا ہے ہم اپنے بڑھاپے میں بھی اٹھالیں۔ ہو سکتا ہے نہیں بالکل ہوگا انشاء اللہ۔ یہی عرب کے بدو تھے جو کھجور اور پانی پر گزارا کرتے تھے۔ اور انہوں نے اپنی جوانیاں گزار دیں آج لیکن اُن کے بڑھاپے اچھے گزر رہے ہیں اور وہ اپنے بڑھاپے میں کہتے ہیں، ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ کہ اس ریت کی مٹی اور اس پانی اور سمندر کے علاوہ بھی کچھ ہوگا۔ تو ہمیں بھی اُس نظریے سے سوچنا چاہئے کہ ہم اپنے نوجوانوں اپنے

youth کے لیے آنے والے مستقبل کے لیے یہ 4 سال یہ بلوچستان کے وہ سال بنائیں، اس کا credit صرف ہم نہیں لیں گے آپ بھی لیں گے ہماری ساری پارلیمنٹ لے گی۔ ہمیں کچھ چیزوں پر compromise نہیں کرنا چاہئے۔ بہت ساری چیزوں کو focus کرنا چاہئے۔ اس ایک سال کا بجٹ ہم نے آپ کے ساتھ بنایا ہے اور اپنی محنت اور اپنی کوشش کر کے ہم نے ہر چیز کو cover کیا ہے اللہ تعالیٰ نے موقع دیا انشاء اللہ اس کو اور بہتر کریں گے۔ آپ سب کے مشورے سے اور inputs سے۔ تو انشاء اللہ پوری امید ہے کہ جی انشاء اللہ اس پورے کیس کو ہم professional انداز میں۔ اور اس کے ہر پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے قدم با قدم ہمیں بڑھا ہوگا۔ لیکن ساتھ ساتھ، کیس کے ساتھ ساتھ ہمیں بلوچستان کے resources کو develop کرنے کا طریقہ کار بھی واضح کر کے آگے لانا ہوگا۔ تاکہ ہمیں صرف اس انتظار نہ ہو کہ یہ دو field جب تک develop نہیں ہوں گے، بلوچستان میں کسی mine پر کام نہیں ہوگا۔ بلوچستان میں اللہ نے potential خضدار ہیلتھ میں دیا ہے اور الائی میں دیا ہے لسبیلہ میں بھی ہے اسی طرح آپ کا قلات میں بھی ہے۔ دوسرے areas بھی ہیں۔ وہاں بھی mineral mines کا بڑا potential ہے ہمیں ان سب کو explore کرنا ہے ہر لحاظ سے انشاء اللہ اس پر کام بھی ہو رہا ہے۔ تاکہ ہم ان چیزوں کو آگے لے جا سکیں۔ بہت بہت شکریہ جناب اسپیکر۔

جناب چیئر مین: شکریہ جی جی۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: جناب چیئر مین! شکریہ ویسے مناسب نہیں ہے قائد ایوان کے بعد بات کرنا۔ دو تین چیزوں کی انہوں نے بات کی positive چیزیں بھی بیان کی ہیں۔ جام صاحب! آپ نے ساتھ ساتھ ذکر کیا انجینئرز کے مسائل کا۔

جناب چیئر مین: جی جی (مداخلت) آپ بیٹھ جائیں اختر بھائی، ثناء بھائی کیا کہنا چاہ رہے ہیں اصل میں چار گھنٹے سے زائد ہمارا اجلاس چلا ہے۔ جی۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: جناب چیئر مین! چار گھنٹے بڑی اچھی positive باتیں ہوئی ہیں کچھ تجاویز اور مشاورت اس forum پر، اس کی ایک وجہ ہے۔ دیکھیں! اپوزیشن اور حکومت کے درمیان consultation کا، coordination کا، dialogue کا کوئی اور forum ہے ہی نہیں۔ یہی ایک forum ہے جہاں حکومت اور اپوزیشن آمنے سامنے ہیں۔ بلوچستان میں اس سے پہلے ہوتے تھے، روایات تھیں وہ ختم ہو گئی ہیں۔ ہم ایک دوسرے کو آمنے سامنے دیکھتے ہی نہیں ہیں۔ تو that's why this forum is very important ایک چیز جام صاحب جو بات کی یہ جو باہر انجینئرز ہیں، نوجوان ہیں، ہمارے بچے ہیں، ہمارے

بھائی ہیں، سینئر انجینئر زبھی ان میں ہیں۔ آپ نے کہا کہ یہ لوگ سڑکوں پر آئے ہیں protest کر رہے ہیں۔ یہ اچھی بات نہیں ہے protest خیر ان کا right ہے۔ ہم بھی سمجھتے ہیں کہ کسی بھی تعلیم یافتہ نوجوان کو نالیوں اور سڑکوں کے قریب بیٹھ کر احتجاج نہیں کرنا چاہئے۔ حکومت کی آنکھ اور کان ہوتے ہیں، اُسکی administration اور system ہوتا ہے۔ daily situation report DSR آپ کو ملتی ہے اُس سے پہلے بھی ملتی ہوگی کہ جی یہ نوجوان شاید آ کر احتجاج کریں گے۔ اگر آپ کی حکومت ان کے issues جس میں روزگار ایک ہے، اس کے علاوہ چھ مطالبات ہیں جن کا تعلق روزگار سے نہیں ہیں، جو بڑے technical ہیں۔ اگر آپ کی حکومت کے کچھ سنجیدہ دوست اور آپ ان کو بلا لیتے تو یہ کوئی بھی ایسا نہیں ہے کہ۔ ایک منٹ چیئر مین صاحب! ایک منٹ۔ تو مسئلہ میرے خیال میں تو یہ مسئلہ جناب چیئر مین! تو یہ مسئلہ وہاں حل ہوتا۔ دوسری بات آپ نے بڑی اچھی بات کی کہ جی ہمارے اوپر جو ریکورڈ کا مسئلہ ہے اس میں جذبات نہیں اس میں صرف تین چیزیں ہیں۔

جناب عبدالخالق ہزارہ: آپ speech نہیں کر سکتے آپ تین چیزیں ابھی بتا رہے ہیں تین گھنٹے میں آپ کی تین چیزیں میں کیوں سنوں بابا۔

جناب چیئر مین: خالق ہزارہ صاحب! آپ بیٹھ جائیں۔۔۔ (مداخلت۔ شور) آپ سارے کیوں کھڑے ہو رہے ہیں۔ بس آپ اپنا مؤقف بعد میں بیان کر لیں بحث سمٹ گئی ہے۔ نہیں۔ اب اسمبلی کا اجلاس بروز جمعرات مورخہ 8 اگست بوقت شام 4 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اسمبلی کا اجلاس شام 09 بجکر 15 منٹ پر اختتام پذیر ہوا)

☆☆☆